

شہات وجوابات

پہلا حصہ

عورت اسلام کی نظر میں

نمبر	فہرست مضامین	صفحہ
1	عورت کی میراث مرد کی میراث سے نصف ہونے پر شبہ کا رد	3
2	عورت کے فتنہ ہونے کے متعلق شبہ کا رد اور اس کے شیطان کی طرح ہونے کا مطلب	6
3	عورت کی آواز کے ستر ہونے کے متعلق شبہ کا رد اور اس کے ٹیڑھی پسلی سے پیدا ہونے کا مطلب؟	10
4	غیر مسلم مرد سے مسلمان عورت کی شادی کی حرمت و ممانعت پر شبہ اور اس کا رد	15
5	اسلام اور دیگر مذاہب میں عورت کی میراث	17
6	اسلام اور دیگر مذاہب میں تعدد از دواج۔ بقلم: جمال محمد زکی	24

عورت کی میراث مرد کی میراث سے نصف ہونے پر شبہ کا رد

شبہ کا رد

یہ درست و صحیح ہے کہ قرآنی آیات میراث میں اللہ سبحانہ و تعالیٰ کا یہ فرمان بھی ہے:

﴿لِّلذَّكَرِ مِثْلُ مَثَلِ الْاُنثٰی﴾^(۱)

"(ایک) بیٹے کا حصہ دو بیٹیوں کے (حصوں کے) برابر ہے۔"

لیکن اکثر لوگ جو مرد و عورت کی وراثت میں تفاوت و امتیاز کو لے کر اسلام میں عورت کی اہلیت پر شکوک و شبہات اٹھاتے ہیں وہ یہ نہیں جانتے ہیں کہ عورت کو مرد کے حصے کا آدھا حصہ ملنا کوئی ایسا قاعدہ و قانون نہیں ہے جو تمام مردوں و عورتوں کی وراثت کے تمام حالات کو شامل ہو، کیونکہ قرآن پاک نے یہ نہیں کہا ہے کہ: "اللہ وراثت کے بارے وارثوں کے لیے تمہیں یہ حکم دیتا ہے کہ ایک مرد کا حصہ دو عورتوں کے حصوں کے برابر ہے۔" بلکہ اس نے یہ کہا کہ اللہ تمہیں تمہاری اولاد (کی وراثت) میں یہ حکم دیتا ہے کہ: "(ایک) مرد (بیٹے) کا حصہ دو عورتوں (بیٹیوں) کے (حصوں کے) برابر ہے۔"

جس کا واضح مطلب ہے کہ مرد و عورت کی وراثت میں یہ تفاوت و امتیاز کوئی قاعدہ عامہ نہیں ہے جو سبھی مردوں و عورتوں کی وراثت کی سبھی صورتوں کو شامل ہو، بلکہ یہ قانون وراثت کی چند مخصوص صورتوں و حالتوں میں جاری ہوتا ہے۔

میراث کے حوالے سے فلسفہ اسلام کی حقیقی فہم و بصیرت سے یہ حقیقت کو واضح ہو جاتی ہے کہ وارثوں کے حصوں میں تفاوت و امتیاز کا معیار ذکورت و انوشت نہیں ہے، بلکہ اس فلسفہ اسلامی کے پیچھے کچھ اور ہی حکمتیں اور مقاصد ہیں جو ان لوگوں پر مخفی ہیں جو میراث کے چند مسائل و حالات میں مرد و عورت کے حصوں میں تفاوت کو لے کر اسلام میں خواتین کی کمال اہلیت پر شکوک و شبہات اٹھاتے ہیں، کیونکہ اسلامی وراثت میں ورثاء (مرد یا عورت) کے حصوں میں تفاوت تین معیاروں پر مبنی ہے:

پہلا: وارث (مرد یا عورت) اور مورث (میت) کے درمیان درجہ قرابت، چنانچہ قرابت جتنی زیادہ ہوگی اتنا ہی میراث میں حصہ بھی زیادہ ہوگا اور قرابت جتنی کم ہوگی اتنا ہی حصہ بھی کم ہوگی، اگرچہ وارث کی جنس کوئی بھی ہو۔

دوسرا: وارث نسل کی زندگی کا مرحلہ و مقام، چنانچہ وہ نسل جو ابھی زندگی کا سفر شروع کر رہی ہے اور اپنی ذمہ داریوں کے بوجھ کو اٹھانے کی تیاری میں ہے عام طور پر اس کا حصہ ان نسلوں سے زیادہ ہوتا ہے جو زندگی کا سفر طے کر چکی ہوتی ہیں اور ان کی ذمہ داریوں کے بوجھ ہلکے ہو چکے ہوتے ہیں بلکہ عام طور پر خود ان کی معاشی ذمہ داریاں بھی دوسروں کے ذمہ عائد ہو چکی ہوتی ہیں، چنانچہ اس میں بھی ورثاء کی جنس ذکورت و انوشت کا کوئی

(۱) سورہ النساء: ۱۱

اعتبار کیا نہیں جاتا، چنانچہ میت کی بیٹی میت کی ماں سے زیادہ حصہ پاتی ہے جبکہ وہ دونوں ہی مؤنث ہیں، اسی طرح بیٹی کو میت کے باپ سے زیادہ حصہ ملتا ہے اگرچہ وہ بیٹی ابھی شیر خواری کی حالت میں ہو اور اپنے باپ کی شکل بھی نہ پہچانتی ہو، اگرچہ میت کا باپ ہی اس (میت یعنی اپنے بیٹے) کی دولت کا ذریعہ و سبب ہو جس میں سے اس بیٹی کو نصف ملتا ہے، اسی طرح بیٹا بھی اپنے والد سے زیادہ میراث پاتا ہے جبکہ وہ دونوں ہی مذکر و مرد ہیں، اور فلسفہ میراث اسلامی کے اس معیار میں بہت سی اور بھی حکمتیں اور اعلیٰ مقاصد ہیں جو اکثر لوگوں پر مخفی ہیں، چنانچہ یہ ایسا معیار ہے جس میں ذکورت و انوث کا کوئی دخل نہیں ہے۔

تیسرا: وارث کے اوپر دوسروں کی مالی ذمہ داری جسے شریعت اسلامیہ اس کے اوپر واجب قرار دیتی ہے، یہی واحد ایسا معیار ہے جس سے مرد و عورت کے حصوں میں تفاوت و امتیاز ہوتا ہے، لیکن ایسا ہر گز نہیں ہے کہ اس تفاوت کی وجہ سے خواتین پر ظلم و زیادتی ہو یا ان کے حقوق میں کوئی کمی واقع ہو، چنانچہ جب سبھی ورثاء ایک ہی درجہ قرابت کے ہوں، اور سبھی زندگی کے ایک ہی مرحلہ و مقام پر ہوں مثال کے طور پر میت کے بیٹے اور بیٹیاں، تو اب ایسی صورت میں شریعت ان سے متعلق مالی ذمہ داریوں کو دیکھ کر میراث تقسیم کرتی ہے جس کی وجہ سے حصوں میں تفاوت ہو جاتا ہے، لیکن یہ تفاوت جنس و نوع کی بنیاد پر نہیں ہوتا بلکہ مالی ذمہ داری و مسؤلیت کی بنیاد پر ہوتا ہے، یہی وجہ ہے کہ قرآن پاک نے مرد و عورت کے حصوں کے تفاوت و امتیاز کو مطلق بیان نہیں کیا بلکہ اسے صرف صورت مذکورہ ہی کے ساتھ خاص کیا، چنانچہ آیت کریمہ میں ارشاد ہوا:

﴿يُوصِيكُمُ اللَّهُ فِي أَوْلَادِكُمْ لِلذَّكَرِ مِثْلُ الْاُنْثَيَيْنِ﴾ (سورہ النساء: 11)

ترجمہ: "اللہ تمہیں حکم دیتا ہے تمہاری اولاد (کی وراثت) کے بارے میں، بیٹے کا حصہ دو بیٹوں کے برابر ہے۔"

یہ ارشاد نہیں ہوا: اللہ تمہیں تمام وارثوں (یعنی سبھی عورتوں اور مردوں کی وراثت) میں حکم دیتا ہے کہ مرد کا حصہ دو عورتوں کے برابر ہے۔

اور خاص طور پر اس صورت میں اس تفاوت و امتیاز کی حکمت یہ ہے کہ مرد کے اوپر عورت یعنی اس کی بیوی اور ان دونوں کے بچوں کی کفالت کی ذمہ دار ہوتی ہے جبکہ وارث عورت یعنی اس مرد کی بہن (اگر شادی شدہ ہے تو اس کی) اور اس کے بچوں کی ذمہ داری خود اس کے ساتھ والے مرد یعنی اس کے شوہر کے اوپر ہوتی ہے، (اور اگر اس کی بہن شادی شدہ نہیں ہے تو کبھی کبھی اس کی بھی ذمہ داری اس مرد یعنی اس کے بھائی کے اوپر آ جاتی ہے) اس طرح سے وہ عورت - اپنے بھائی کے مقابلے میں نصف پانے کے باوجود بھی - اپنے بھائی سے زیادہ فائدہ میں رہتی ہے، کیونکہ اس کی پوری میراث محفوظ و جمع رہتی ہے جس سے وہ اپنی زندگی کے مشکل حالات میں فائدہ اٹھا سکتی ہے، چنانچہ اس صورت میں مرد و عورت کے حصوں کے تفاوت و امتیاز میں یہ ایک عظیم حکمت ہے جس سے اکثر لوگ غافل ہیں۔

نیز ملاحظہ ہو کہ ایک طرف تو ورثاء (مرد و عورت) کے حصوں میں تفاوت و امتیاز کا یہ سابقہ فلسفہ اسلامی ہے جو آپ نے دیکھا جس سے اکثر انتہا پسند جماعتیں، دشمنانِ اسلام اور ملحدین غافل ہیں اور یہ سمجھتے ہیں کہ اسلامی میراث میں مرد و عورت کے حصوں کے درمیان اس جزوی تفاوت سے اسلام میں عورت کی کمال اہلیت ختم ہو جاتی ہے، اور دوسری طرف اگر ہم میراث کے مسائل و حالات کا جائزہ لیتے ہیں تو ہمیں ایک ایسی حقیقت کا انکشاف ہوتا ہے جس سے معترضین کے عقلیں دنگ رہ جاتی ہیں، اور وہ حقیقت یہ ہے کہ:

- 1: صرف چار صورتیں ایسی ہیں جن میں عورت کا حصہ مرد کے حصہ سے آدھا ہوتا ہے۔
 - 2: جبکہ ان صورتوں سے دو گنا صورتیں ایسی ہیں جن میں عورت کو مرد کے برابر حصہ ملتا ہے۔
 - 3: اور دس یا اس سے زائد صورتیں ایسی ہیں جن میں عورت کو مرد سے زیادہ حصہ ملتا ہے۔
 - 4: جبکہ کچھ ایسی صورتیں بھی ہیں جن میں عورت کو تو وراثت ملتی ہے لیکن مرد محروم رہتا ہے۔
- یعنی صرف چار صورتیں ایسی ہیں جن میں عورت کو مرد کے حصہ سے آدھا حصہ ملتا ہے جبکہ اس کے مقابلے میں تیس سے زائد صورتیں ایسی ہیں جن میں عورت کو مرد کے برابر یا اس سے زیادہ حصہ ملتا ہے یا عورت کو تو ملتا ہے لیکن مرد کو نہیں ملتا ہے۔ (2)
- چنانچہ یہ نتیجہ ہے میراث کے مسائل و حالات کے جائزہ کا جن کی بنیاد اسلامی معیاروں پر ہے جنہیں اسلامی فلسفہ میراث نے متعین کیا ہے اور جن کی بنیاد زکورت انوشٹ پر نہیں ہے جیسا کہ کچھ نادانوں کو سمجھتے ہیں۔
- لہذا مذکورہ وضاحت کے بعد اسلام کی مقرر کردہ عورت کی کمال اہلیت پر کئے گئے شبہات میں سے ایک شبہ کا ازالہ ہو جاتا ہے، الحمد للہ۔

(2) عورت کے فتنہ ہونے کے متعلق شبہ کا رد اور اس کے شیطان کی طرح ہونے کا مطلب

(2) پروفیسر صلاح الدین سلطان "میراث المرأة وقضية المساواة" صفحہ: 10، 46، مطبوعہ قاہرہ، دار النهضة مصر، 1999 عیسوی، سلسلہ تنویر اسلامی۔

کچھ لوگ سوال کرتے ہیں کہ اسلام عورت کو فتنہ کیوں قرار دیتا ہے؟ اور اسے شیطان ماننے کا کیا مطلب ہے؟

چنانچہ پہلے سوال کا جواب دینے سے پہلے ہمیں یہ جاننا ضروری ہے کہ لفظ "فتنہ" کا معنی کیا ہے، چنانچہ یہ لفظ قرآن پاک اور حدیث شریف میں کئی معنوں میں استعمال ہوا ہے لیکن زیادہ تر اس کا استعمال "امتحان و آزمائش" کے معنی میں ہوا ہے، اور مجھے نہیں معلوم کہ جو لوگ اسلام پر یہ الزام لگاتے ہیں کہ وہ عورت کو فتنہ قرار دیتا ہے، تو وہ اس لفظ "فتنہ" کا معنی جانتے بھی ہیں یا نہیں، اور قرآن پاک پڑھتے بھی ہیں یا نہیں؟

چنانچہ قرآن پاک واضح طور پر ہمیں یہ بتاتا ہے کہ انسان اپنی زندگی میں جتنے بھی حالات کا سامنا کرتا ہے خواہ اچھے ہوں یا برے، تو وہ سب فتنہ یعنی آزمائش و امتحان ہیں، چنانچہ اللہ تبارک و تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

﴿وَنَبْلُوكُم بِالشَّرِّ وَالْخَيْرِ فِتْنَةً﴾ (الأنبياء: 38)

ترجمہ: اور ہم تمہاری آزمائش کرتے ہیں برائی اور بھلائی سے (ترجمہ کنزالایمان)

﴿الَّذِي خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَيَاةَ لِيَبْلُوَكُمْ أَيُّكُمْ أَحْسَنُ عَمَلًا﴾ (الملک: 2)

ترجمہ: وہ جس نے موت اور زندگی پیدا کی کہ تمہاری جانچ ہو (ف 3) تم میں کس کا کام زیادہ اچھا ہے (ترجمہ کنزالایمان)

﴿وَاعْلَمُوا أَنَّمَا أَمْوَالُكُمْ وَأَوْلَادُكُمْ فِتْنَةٌ وَأَنَّ اللَّهَ عِنْدَهُ أَجْرٌ عَظِيمٌ﴾ (الأنفال: 28)

ترجمہ: اور یقین رکھو کہ تمہارے اموال اور تمہاری اولاد محض آزمائش ہیں اور بے اللہ ہی کے پاس اجر عظیم ہے (ترجمہ تبيان القرآن)

لہذا عورت فتنہ ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ عورت مرد کے لیے آزمائش و امتحان ہے، کہ کیا مرد اپنے رب و پروردگار کی اطاعت و فرمانبرداری سے غافل ہو کر اپنا پورا وقت عورت کے لیے صرف کرے گا؟ کیا وہ مرد عورت کی خاطر اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرے گا اور بد نگاہی کرے گا؟ اور کیا اس کے حسن و جمال میں فریفتہ ہو کر اس کے ساتھ ناجائز و غیر شرعی تعلقات قائم کرے گا؟ یا پھر وہ اپنے خدا سے ڈرے گا اور عورت کے ساتھ صرف جائز طرح سے تعلقات قائم کرے گا جس میں اس کے پروردگار کی رضا ہو؟

اسی طرح سے مرد بھی عورت کے لیے امتحان و آزمائش ہے، چنانچہ کوئی شخص بہت خوبصورت اور مالدار ہو لیکن وہ پابند شریعت نہ ہو، ایسا شخص کسی عورت کو شادی پیغام دے، آیا وہ عورت اس کی خوبصورتی یا دولت کی طرف راغب ہو کر اسے شوہر قبول کرے گی یا اسے اپنا عاشق و محبوب بنائے گی اور اللہ کی نافرمانی کرے گی؟ یا پھر وہ یہ اپنے دماغ میں رکھے گی کہ وہ ایک امتحان و آزمائش میں ہے لہذا وہ صرف ایسے ہی شخص سے شادی کرے گی جو پابند شریعت ہو اور اس سے صرف جائز طریقے سے ہی تعلقات قائم کرے گی؟

اسی طرح سے اولاد بھی اپنے والدین کے لئے ایک امتحان و آزمائش ہیں، آیا یہ بچے والدین کے لیے اطاعت خداوندی میں رکاوٹ بنیں گے؟ کیا والدین ان کی اسلامی تربیت کریں گے؟ یا پھر وہ ان کی مغربی تربیت کریں گے جس کا اسلام سے کوئی تعلق نہیں ہے؟

لہذا حقیقت یہ ہے کہ عورت کو فتنہ کہنے میں کسی قسم کی اس کی کوئی توہین نہیں ہے، کیونکہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے اولاد کو بھی تو فتنہ بتایا ہے، تو کیا اس میں اولاد کی توہین ہے؟ یقیناً بالکل نہیں، کیونکہ جب ہمیں یہ معلوم ہے کہ فتنہ کے معنی امتحان و آزمائش ہیں، تو اس لحاظ سے فتنہ کا اطلاق سب پر صحیح ہے جیسا کہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے اس آیت میں ذکر کیا ہے:

﴿وَجَعَلْنَا بَعْضَكُمْ لِبَعْضٍ فِتْنَةً أَتَصْبِرُونَ﴾ (الفرقان 20)

{اور ہم نے تم میں ایک کو دوسرے کی جانچ کیا ہے اور اے لوگو! کیا تم صبر کرو گے؟} (ترجمہ کنز الایمان)

لہذا، ہم میں سے ہر ایک اپنے آس پاس والے کے لیے آزمائش (فتنہ) ہے۔

دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ: کیا اسلام عورت کو شیطان سمجھتا ہے؟ بالکل نہیں یہ سراسر جھوٹا الزام ہے کیونکہ اگر عورت کے بارے میں اسلام کا ایسا نظریہ ہوتا تو مرد کے بارے میں بھی اس کا یہی نظریہ ہوتا کیونکہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"النساء شقائق الرجال."

عورتیں - پیدائش اور طبعی اوصاف میں - مردوں کی طرح ہیں۔

لہذا اگر عورتیں شیطان ہیں تو مرد بھی شیطان ہوں گے، کیونکہ مرد - خلقت میں - عورتوں کی طرح ہیں۔

لیکن حقیقت یہ ہے کہ یہ محض ایک الزام ہے جس سے دشمنان اسلام کا مقصد لوگوں کو اسلام سے روکنا ہے، کیونکہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے تمام بنی آدم مرد ہوں خواہ عورتیں سب کو یکساں بنا تفریق عزت بخشی ہے، چنانچہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

﴿وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِي آدَمَ﴾ (الإسراء: 70)

چنانچہ اسلام میں عورت کو ایک نمایاں مقام حاصل ہے اور یہ ہر وہ شخص جانتا ہے جسے عورتوں کے حوالے سے اسلام اور اس کی تعلیمات سے ادنیٰ سی بھی واقفیت ہے۔

در حقیقت ان لوگوں نے یہ شبہ (کہ اسلام عورت کو شیطان کی حیثیت سے دیکھتا ہے) حدیث پاک سے لیا ہے جیسا کہ وہ ہمیشہ کرتے چلے آئے ہیں کہ احادیث کو ایسے معانی پر محمول کرتے ہیں جن کا احتمال بھی نہیں ہوتا اور انہیں توڑ مروڑ کر بیان کرتے ہیں، چنانچہ ایک صحیح حدیث پاک ہے جسے امام مسلم اور دیگر محدثین نے روایت کیا ہے، اس میں ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"إِنَّ الْمَرْأَةَ تُقْبَلُ فِي صُورَةِ شَيْطَانٍ وَتُدْبَرُ فِي صُورَةِ شَيْطَانٍ فَإِذَا رَأَى أَحَدَكُمْ امْرَأَةً أَعْجَبَتْهُ فَلْيَأْتِ أَهْلَهُ فَإِنَّ ذَلِكَ يَرُدُّ مَا فِي نَفْسِهِ."

"بے شک (فتنے میں ڈالنے کے حوالے سے) عورت شیطان کی صورت میں سامنے آتی ہے اور شیطان ہی کی صورت میں مڑ کر واپس جاتی ہے، تم میں سے کوئی جب کسی عورت کو دیکھے اور وہ اسے بھا جائے تو وہ اپنی بیوی کے پاس آ جائے (یعنی جماع کر لے)، بے شک یہ چیز اس خواہش کو دور کر دے گی جو اس کے دل میں (اس عورت کو دیکھ کر پیدا ہوئی) ہے۔"

پروفیسر عبدالحکیم صادق الفیستوری کہتے ہیں: اس حدیث پاک کی عبارت میں کوئی ایسی چیز نہیں جس کا انکار کیا جائے، اور اس میں کوئی بھی ایسی چیز نہیں ہے جس سے عورت کی توہین و تذلیل ہوتی ہو، بلکہ حدیث پاک کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مردوں کے اندر عورتوں کی طرف رغبت و میلان اور انہیں دیکھ کر لذت حاصل ہونا رکھا ہے، اور ان کی طرف دیکھنا فتنہ اور باعث گناہ ہے، لہذا عورت کی شکل و صورت مرد کو ایسے ہی بہکا دیتی اور انہیں حرام کام کی طرف لے جاتی ہے جیسے کہ شیطان بندوں کو بہکا دیتا ہے اور اور انہیں حرام کام کی طرف لے جاتا ہے، اور یہ بات مشاہدہ سے ثابت ہے۔

چنانچہ حدیث مذکور عورتوں کو حجاب نہ پہننے کے نتائج سے متنبہ کرنے کے تناظر میں آئی ہے تاکہ مردان کی وجہ سے نہ بہکیں اور وہ مردوں کی وجہ سے نہ بہکیں، نیز عورت کو دیکھ کر مرد کے اندر جو خواہش یا شہوت پیدا ہوتی ہے اس حدیث پاک میں اس کے علاج کی طرف بھی رہنمائی کی گئی ہے، اور وہ یہ کہ وہ شخص اپنی بیوی کے پاس آ جائے اور مباشرت کر لے کیونکہ ایسا کرنے سے اس کے اندر کی۔ اس عورت کو دیکھ کر پیدا ہونے والی۔ شہوت و خواہش دور ہو جائے گی ان شاء اللہ۔

مذکورہ شکوک و شبہات مذہب اسلام میں عورت کی عظمت سے واقفیت نہ ہونے اور اس غلط تصور کی وجہ سے پیدا ہوئے ہیں کہ اسلام عورت کے مقابلہ میں مرد زیادہ عزت دیتا ہے اور اسی کی حمایت کرتا ہے، جبکہ بعض احادیث میں مرد کو بھی اس کے غلط کام کرنے کی وجہ سے شیطان کہا گیا ہے، چنانچہ آپ نبی کریم ﷺ نے ایسے مرد کو شیطان کہا ہے جو اپنی ہمبستری کی باتیں دوسروں سے بتائے، اور اسی طرح اس عورت کو بھی شیطان کہا ہے جو اپنی ہمبستری کے راز دوسروں سے بیان کرے، چنانچہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

”فإنما مثل ذلك مثل شيطان لقي شيطانة فغشيها والناس ينظرون.“

"کیونکہ اس کی مثال ایسے ہی ہے جیسے کوئی (مذکر) شیطان کسی (مؤنث) شیطانہ سے ملا، اور لوگوں کے سامنے ہی اس سے بدکاری کرنے

لگے۔"

اس حدیث کو امام احمد نے روایت کیا ہے۔ اقتباس ختم ہوا۔

لہذا شیطان سے مشابہت کی بنیاد مرد و عورت ہونے پر نہیں ہے بلکہ اس کی بنیاد مرد یا عورت کے ذریعہ کئے گئے عمل پر ہے، اور یہ عربی زبان کا ایک اسلوب ہے، اس کا یہ ہر گز مطلب نہیں ہے کہ مرد یا عورت خود ایک شیطان ہے، جیسا کہ کچھ لوگوں تصور کرتے ہیں اور اپنے اس غلط تصور کو پھیلانے کی کوشش کرتے ہیں۔

(3) عورت کی آواز کے ستر ہونے کے متعلق شبہ کار د اور اس کے ٹیڑھی پسلی سے پیدا ہونے کا مطلب؟

حقیقت کے طور پر لوگوں میں منتشر افواہوں میں سے ایک افواہ یہ بھی ہے کہ اسلام عورت کی آواز کو ستر (عورہ و پردہ) سمجھتا ہے جس کا چھپانا ضروری، لہذا، ہم اس شبہ پر زیادہ کلام نہیں کریں گے؛ کیونکہ اس کی کوئی دلیل نہیں ہے، بلکہ اس کے برعکس اس افواہ کی تردید میں بے شمار دلائل موجود ہیں۔

مثال کے طور پر قرآن مجید ہم سے حضرت شعیب علیہ السلام کی بیٹیوں کی حضرت موسیٰ علیہ السلام سے گفتگو کے بارے میں بیان فرماتا ہے:

﴿وَلَمَّا رَدَّ مَاءَ مَدْيَنَ وَجَدَ عَلَيْهِ أُمَّةٌ مِّنَ النَّاسِ يَسْقُونَ وَوَجَدَ مِنْ دُونِهِمُ امْرَأَتَيْنِ تَذُودَانِ قَالَ مَا خَطْبُكُمَا قَالَتَا لَا نَسْقِي حَتَّى يُصْدَرَ الرِّعَاءَ وَأَبُونَا شَيْخٌ كَبِيرٌ﴾ (القصص: 23)

اور جب مدین کے پانی پر آیا وہاں لوگوں کے ایک گروہ کو دیکھا کہ اپنے جانوروں کو پانی پلا رہے ہیں، اور ان سے اس طرف دو عورتیں دیکھیں کہ اپنے جانوروں کو روک رہی ہیں، موسیٰ نے فرمایا تم دونوں کا کیا حال ہے، وہ بولیں ہم پانی نہیں پلاتے جب تک سب چرواہے (اپنے ریوڑوں کو پانی) پلا کر (واپس) پھیر نہ لے جائیں اور ہمارے باپ بہت بوڑھے ہیں۔

اور ان میں سے ایک نے جو موسیٰ علیہ السلام سے کہا اس کو قرآن پاک یوں بیان فرماتا ہے:

﴿إِنَّ أَبِي يَدْعُوكَ لِيَجْزِيَكَ أَجْرَ مَا سَقَيْتَ لَنَا﴾ (القصص: 25)

میرے والد آپ کو بلا رہے ہیں تاکہ آپ کو اس کام کی مزدوری دیں جو آپ نے ہمارے جانوروں کو پانی پلایا ہے۔

پس اگر عورت کی آواز ستر ہے تو حضرت شعیب علیہ السلام کی بیٹیوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کیوں بات کی؟

مزید یہ کہ عورت کو بولنے سے کیسے روکا جاسکتا ہے جبکہ اسلام نے اسے خرید و فروخت و نصیحت کرنے اور بھلائی کا حکم دینے و برائی سے روکنے کی اجازت دی ہے جیسا کہ اس آیت میں ہے: ﴿وَالْمُؤْمِنُونَ وَالْمُؤْمِنَاتُ بَعْضُهُمْ أَوْلِيَاءُ بَعْضٍ يَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ﴾ (التوبة: 71) ترجمہ: اور مومن مرد اور مومن عورتیں ایک دوسرے کے رفیق ہیں، بھلائی کا حکم دیتے ہیں اور برائی سے روکتے ہیں۔ (ترجمہ کنز الایمان)

نیز مروی ہے کہ امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جب مہر متعین کرنا چاہا تو بیچ مسجد میں ایک عورت کھڑی ہوئی اور انہیں قرآن پاک کی آیت کی اتباع کرنے کو کہا اور بولی: آپ کیسے مہر متعین کرنا چاہتے ہیں جبکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿وَأَتَيْتُمُ إحْدَاهُنَّ قَنطَارًا فَلَا تَأْخُذُوا مِنْهُ شَيْئًا﴾ (النساء: 20) (اور اگر تم ایک بیوی کو دوسری بیوی سے بدلنا چاہتے ہو) اور تم ان میں سے ایک کو [مہر میں] ڈھیرے مال دے چکے تو اس میں سے کچھ (بھی واپس) نہ لو۔

تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنا مشہور قول فرمایا: عورت نے صحیح کہا اور عمر سے غلطی ہوئی!

اسلام میں عورت کے مقام کے بارے میں یہاں ایک بہت ہی عمدہ حدیث پاک سنا کر ہم اپنی بات ختم کرتے ہیں، اور وہ یہ ہے:

کہ حضرت ام سلمہ ہند بنت ابی امیہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ ہجرت کی غرض سے نکلے، تو رسول اللہ ﷺ کی بیٹی زینب رضی اللہ عنہا نے اپنے شوہر ابو العاص بن الربیع جو ابھی تک مشرک تھے سے اجازت طلب کی کہ وہ بھی رسول اللہ ﷺ کے ساتھ جائیں گی، ابو العاص نے انہیں اجازت دے دی، وہ آپ ﷺ کے پاس آگئیں، پھر ابو العاص بھی مدینے آگئے اور زینب رضی اللہ عنہا کی طرف پیغام بھیجا کہ اپنے والد سے میرے لیے امان طلب کرو، وہ باہر نکلیں اور حجرے کے دروازے سے سر نکال کر بولیں جبکہ اللہ رسول اللہ ﷺ لوگوں کو صبح کی نماز پڑھا رہے تھے، کہنے لگیں: اے لوگو! میں زینب بنت رسول اللہ ﷺ ہوں، میں نے ابو العاص کو پناہ دے دی ہے، جب رسول اللہ ﷺ نماز سے فارغ ہوئے تو فرمایا: لوگو! جب تک تم نے یہ آواز نہیں سنی مجھے ابو العاص کے بارے میں علم نہیں تھا، اور مسلمانوں کا عام آدمی بھی پناہ دے سکتا ہے۔ اسلام نے عورت کو جو بلند مقام دیا ہے اور اسے جو اعزاز بخشا ہے اس سے کون ناواقف ہے سوائے ان بعض جاہلوں کو جو اسلام پر الزام لگاتے ہوئے یہ افواہ پھیلاتے ہیں کہ اسلام عورتوں کی توہین کرتا ہے انہیں عزت نہیں دیتا، لہذا ایسے لوگوں کو تو عورتوں کے بارے میں اپنے شرمناک نظریات سے شرمندہ ہو کر کر زمین میں دفن ہو جانا چاہیے جنہوں نے عورت کی عزت کو پامال کر رکھا ہے اور اس کے جسم کو بیچا اور خرید جانے والا تجارت کا سامان بنا دیا ہے، یقیناً مغربی ممالک میں عورت کے حالات پر غور کرنے والے کو اس صنف نازک پر ترس آتا ہے کیونکہ ہوس پرستوں نے اسے صرف جنسی استحصال و خواہش پوری کرنے کا ذریعہ بنا رکھا ہے، آزادی کے بہانے اسے عریانیت اور آرٹ و فنکاری کے نام پر جسم فروشی کی طرف ڈھکیل دیا ہے، پس اس میں عورت کی کیا عزت ہے؟ کیا احترام ہے؟

عورت کے بارے میں یہاں پر ایک اور من گھڑت اور شبہ باطلہ ہے جو تمام شبہات کی طرح بیان حق کے بعد ریزہ ریزہ ہو جاتا ہے، وہ باطل شبہ یہ ہے کہ: اسلام سمجھتا ہے کہ عورت ٹیڑھی پسلی سے پیدا کی گئی ہے۔

لہذا آئیے اس کی حقیقت کو جاننے کے لیے ایک حدیث پاک ملاحظہ کرتے ہیں، چنانچہ امام بخاری روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے

ارشاد فرمایا:

مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ فَلَا يُوْذِي جَارَهُ، وَاسْتَوْصَا بِالنِّسَاءِ خَيْرًا، فَإِنَّهُنَّ خُلِقْنَ مِنْ ضَلَعٍ، وَإِنَّ أَعْوَجَ شَيْءٍ فِي الضِّلَعِ أَعْلَاهُ، فَإِنْ ذَهَبَتْ تَقِيمُهُ كَسَرَتْهُ، وَإِنْ تَرَكَتْهُ لَمْ يَزَلْ أَعْوَجَ، فَاسْتَوْصُوا بِالنِّسَاءِ خَيْرًا.

(جو شخص اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہو وہ اپنے پڑوسی کو تکلیف نہ پہنچائے، اور عورتوں کے ساتھ حسن سلوک کرو، کیونکہ انہیں پسلی سے پیدا کیا گیا ہے اور پسلی میں سب سے ٹیڑھا حصہ سب سے اوپر والا حصہ ہوتا ہے، اگر تم اسے سیدھا کرنے کی کوشش کرو گے تو تم اسے توڑ دو گے اور اگر اسے اس کے حال پر رہنے دو گے تو وہ ٹیڑھی رہے گی، لہذا ان کے ساتھ حسن سلوک کرو۔)

ہمیں اس حدیث شریف سے کیا تعلیم ملتی ہے؟

اول: نبی کریم ﷺ نے یہ نہیں کہا کہ عورت کو ٹیڑھی پسلی سے پیدا کیا گیا ہے جیسا کہ بعض لوگوں کا گمان ہے، بلکہ یہ بتایا ہے کہ وہ پسلی سے پیدا ہوئی ہے (3)۔ اور یہ ایک امر غیبی ہے جس پر اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مطلع کیا ہے جیسا کہ اس کے علاوہ بہت سے دوسرے امور غیبیہ پر مطلع کیا ہے جن پر ہر مومن ایمان رکھتا ہے، لہذا اس میں عورت کی کوئی توہین نہیں ہے، مثال کے طور پر جب خدا تعالیٰ نے ہمیں یہ بتایا کہ اس نے انسان کو مٹی سے پیدا کیا ہے، تو کیا اس کا مطلب یہ ہے کہ اسلام انسان کی توہین کرتا ہے؟ بالکل نہیں، بلکہ یہ محض ایک حقیقت غیبیہ کی خبر ہے جسے اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا، اور ہمارا کام اس پر صرف یقین رکھنا ہے۔

دوم: نبی کریم ﷺ کا اس حقیقت کے بارے میں آگاہ کرنا کہ عورت کو آدم علیہ السلام کی پسلی سے پیدا کیا گیا ہے، جیسا کہ قرآن مجید میں اس کی صراحت کی گئی ہے، چنانچہ اس میں ہے: ﴿يَا أَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوا رَبَّكُمُ الَّذِي خَلَقَكُمْ مِنْ نَفْسٍ وَاحِدَةٍ وَخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا﴾ (النساء: 1) ترجمہ: اے لوگو! اپنے رب سے ڈرو جس نے تمہیں ایک جان سے پیدا کیا اور اسی میں سے اس کا جوڑا بنایا۔ (ترجمہ: کنزالایمان) تو اس خبر سے ہمیں مرد اور عورت کے مابین رشتہ کی حقیقت کا علم ہوتا ہے اور یہ پتہ چلتا ہے کہ ان کے درمیان کا یہ رشتہ رشتہ تکاملی ہے کیونکہ عورت مرد سے ہے اور

(3) اس لفظ "ٹیڑھی پسلی" کے ساتھ بھی ایک روایت ملتی ہے، چنانچہ طبرانی کی "المعجم الاوسط" میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"إِنَّمَا خُلِقَتِ الْمَرْأَةُ مِنْ ضِلَعٍ أَعْوَجَ، فَلَنْ تَصَاحِبَهَا إِلَّا وَفِيهَا عَوَجٌ، فَإِنْ ذَهَبَتْ تَقِيمُهَا كَسَرَتْهَا، وَكَسَرْتُهَا طَلَّقَهَا"

ترجمہ: "عورت کو ٹیڑھی پسلی سے پیدا کیا گیا ہے، لہذا جب تم اس کے ساتھ رہو گے تو ٹیڑھا پن دیکھو گے، پس اگر تم اسے سیدھا کرنے کی کوشش کرو گے تو توڑ دو گے اور اس کا توڑنا طلاق ہے"۔ (المعجم الاوسط للطبرانی، حدیث نمبر: 283)

لہذا لفظ "ٹیڑھی" کو اس روایت کی بنیاد پر صحیح بھی مان لیا جائے تو بھی ہر گز اس میں عورت کی توہین و تذلیل نہیں ہے، بلکہ اس سے مردوں کو اس بات کی وصیت کرنا مقصود ہے کہ وہ عورتیں کے ساتھ حسن سلوک، لطف و نرم مزاجی اور صبر و تحمل سے پیش آئیں، اور ان کی تھوڑی سی کسی بات سے پریشان ہو کر طلاق دینے میں غلبت سے کام نہ لیں۔

مرد عورت سے ہے جیسا اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿بَعْضُكُم مِّنْ بَعْضٍ﴾ (آل عمران: 195) ترجمہ: تم آپس میں ایک ہو۔
(ترجمہ: کنز الایمان)

نیز یہ حدیث پاک مردوں کو عورتوں کے ساتھ حسن سلوک کرنے، ان کے ساتھ بھلائی سے پیش آنے اور ان کے ساتھ صبر و تحمل سے کام لینے کی وصیت کے تناظر میں وارد ہوئی ہے، کیونکہ عورت فطرتی طور پر جذباتی ہوتی ہے۔

چنانچہ ہم یہاں آیت کریمہ: ﴿يَا أَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوا رَبَّكُمُ الَّذِي خَلَقَكُمْ مِنْ نَفْسٍ وَاحِدَةٍ وَخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا﴾ (النساء: 1) کی تفسیر میں شیخ شعر اوی رحمہ اللہ کا بہت ہی عمدہ کلام ذکر کرنا چاہیں گے، چنانچہ شیخ شعر اوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

حق تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: وَجَعَلَ مِنْهَا (اور اس نے اس سے بنایا) پس اگر عورت پسلی سے پیدا ہوئی ہو تو پھر لفظ "من" تبغیضیہ ہے اور اگر آدم کی طرح پیدا ہوئی ہو تو لفظ "من" بیانیہ ہے، یعنی اسی کی جنس سے اور اسی جیسا اسے بنایا، پس یہ ایسے ہی ہوگا جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں ارشاد فرمایا: ﴿هُوَ الَّذِي بَعَثَ فِي الْأُمِّيِّينَ رَسُولًا مِنْهُمْ﴾ (وہی ہے جس نے ان پڑھوں میں انہی میں سے ایک رسول بھیجا) یعنی انہیں کی جنس بشری سے رسول بھیجا..... اور ایک دوسری جگہ شیخ شعر اوی نے اپنے ایک تفسیر کے درس میں ارشاد فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ ہر چیز کو بنانے سے پہلے اسے اور اس کے ذریعہ انجام دیے جانے والے کام کو اچھی طرح سے جانتا ہے، لہذا اللہ تعالیٰ ہر چیز کو ایسی خصوصیات و اوصاف کے ساتھ بناتا ہے جو اس کے مقصد اور کام کو انجام دے سکیں، کبھی کبھی کچھ چیزوں کو دیکھ کر آپ کے ذہن میں یہ خیال آتا ہوگا کہ یہ چیزیں کسی کام کی نہیں ہیں، یا یہ کہ اگر فلاں چیز کو فلاں طریقہ سے بنایا جاتا تو اچھا ہوتا، لیکن معاملہ ایسا نہیں ہے، چنانچہ مروی ہے کہ ایک شخص مخلوق خدا میں غور و فکر کرنے کے بعد بولا: اس سے اچھی و بہتر کوئی تخلیق اور ایجاد ہو ہی نہیں سکتی ہے، نیز ایک لوہار نے لوہے کی سیدھی چھڑ لے کر اسے ٹیڑھا کر دیا، یہ دیکھ کر اس کے بیٹے نے پوچھا، سیدھی چھڑ کو موڑ کر کیوں ٹیڑھا کر دیا، اسے سیدھا کیوں نہیں رہنے دیتے؟ باپ نے جواب دیا: یہ چھڑ مڑ کر ہی اپنا کام انجام دے سکتی ہے اس کے سیدھا رہنے سے اس کا کام نہیں ہو سکتا ہے، مثال کے طور پر ہک، درانتیاں، منسیے اور درختوں پر سے پھل توڑنے کے آلات اگر سیدھے ہوتے تو وہ اپنا کام انجام نہیں دے سکتے تھے، اب اس کی روشنی میں ہم اس حدیث پاک کو بہتر طور پر سمجھ سکتے ہیں جس میں نبی کریم ﷺ نے عورتوں کے بارے میں ارشاد فرمایا ہے کہ: "انہیں پسلی سے پیدا کیا گیا ہے اور پسلی میں سب سے ٹیڑھا حصہ سب سے اوپر والا حصہ ہوتا ہے، اگر تم اسے سیدھا کرنے کی کوشش کرو گے تو اسے توڑ دو گے اور اگر اسے اس کے حال پر رہنے دو گے تو وہ ٹیڑھی رہے گی، لہذا ان کے ساتھ حسن سلوک کرو۔"، اگر آپ اپنے سینے کی پسلیوں میں غور کریں گے تو آپ کو پتہ چلے گا کہ یہ پسلیاں آپ کے دل اور پھیپھڑوں کی حفاظت کرتی ہیں، اگر یہ ٹیڑھی نہ ہوں تو یہ آپ کے دو اہم عضوؤں - دل اور پھیپھڑوں - کی حفاظت نہیں کر پائیں گی، لہذا ان کا ٹیڑھا پن شفقت و ہمدردی اور تحفظ ہے، اور اسی طرح زندگی میں

عورت کی کارکردگی ہے، مثال کے طور پر، وہ دوران حمل اپنے اس بچے کے ساتھ بڑی نرمی سے کام لیتی ہے اور اس کی حفاظت کرتی ہے، اور جب وہ اسے جنم دیتی ہے تو اس پر اور بھی زیادہ مہربان و رحم دل ہو جاتی ہے۔

لہذا نبی کریم ﷺ کا عورتوں کی یہ صفت و حقیقت بیان کرنا عورتوں کے حق میں کوئی گالی نہیں ہے اور نہ ہی اس میں ان کی کوئی توہین و تذلیل ہے، کیونکہ عورت کی فطرت میں اس طرح کا ٹیڑھا پن اس کی زندگی کے مقصد کو پورا کرنے کے لیے ضروری چیز ہے، اسی لیے آپ دیکھتے ہیں کہ عورت کے اندر ہمدردی و شفقت کا پہلو اس کی عقل کے پہلو پر غالب ہوتا ہے، کیونکہ عورت کو اس کی زندگی میں اسی نوعیت و فطرت کی زیادہ ضرورت ہوتی ہے، جبکہ مردوں کے اندر عقلی پہلو ہمدردی و شفقت کے پہلو پر غالب رہتا ہے تاکہ وہ زندگی میں اپنا مقصد انجام دے سکیں، کیونکہ ان سے اعبائے امور زندگی متعلق رہتے ہیں، چنانچہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے ہر ایک چیز کو ایک خاص کام کے لیے پیدا کیا ہے، اور ہر ایک کا اپنا ایک کام ہے، اور جس کو جس طرح پیدا کیا ہے وہی اس کے لیے سب سے بہتر ہے اگرچہ بظاہر اس میں کوئی عیب نظر آئے۔

(4) غیر مسلم مرد سے مسلمان عورت کی شادی کی حرمت و ممانعت پر شبہ اور اس کا رد

اسلام مسلمان مرد کو کتابیہ (یعنی عیسائی یا یہودی) عورت سے شادی کرنے کی اجازت دیتا ہے، جبکہ مسلمان عورت کو ایسا کرنے (یعنی عیسائی یا یہودی مرد سے شادی کرنے) سے منع کرتا ہے، ایسا کیوں ہے؟

یہ ایک اچھا اور منطقی سوال ہے، لیکن اس کا جواب دینے سے پہلے ہم اس بات کی تاکید کرنا چاہتے ہیں کہ اسلام نے مسلمان عورت کو غیر مسلم مرد سے شادی کرنے سے منع فرمایا ہے، چنانچہ اللہ تبارک و تعالیٰ قرآن مجید میں ارشاد فرماتا ہے:

﴿وَلَا تُنْكَحُوا الْمُشْرِكِينَ حَتَّىٰ يُؤْمِنُوا ۚ وَلَعَبْدٌ مُّؤْمِنٌ خَيْرٌ مِّنْ مُّشْرِكٍ وَلَوْ أَعْجَبَكُمْ ۚ﴾ (البقرة: 221)

ترجمہ: اور (اے مسلمانوں! اپنی عورتوں کو) مشرکوں کے نکاح میں نہ دو جب تک وہ ایمان نہ لائیں اور بیشک مسلمان غلام مشرک سے اچھا ہے اگرچہ وہ تمہیں بھاتا ہو۔ (کنز الایمان)

غیر مسلم مرد سے مسلمان عورت کی شادی کی ممانعت و حرمت دراصل اس حقیقت پر مبنی ہے کہ عام طور پر عورت اپنے شوہر کی اتباع کرتی ہے، اسی طرح عام طور پر شوہر کا اپنی بیوی پر اس سے کی زیادہ اثر پڑتا ہے جتنا کہ ایک بیوی کا اس کے شوہر پر پڑتا ہے، اور درحقیقت اسلام ایک ایسا دین ہے جس کے بہت سے اہداف و مقاصد ہیں جن میں سے دو مندرجہ ذیل مقصد بھی ہیں:

پہلا مقصد: وہ یہ ہے کہ لوگ واضح طور اس سے متعارف ہوں جس سے انہیں یہ یقین ہو جائے کہ وہی ایک سچا دین ہے، چنانچہ اسی لیے اس نے مسلمان مرد کو غیر مسلم عورت سے شادی کرنے کی اجازت دی ہے بشرطیکہ وہ اہل کتاب سے ہو یعنی یہودی یا عیسائی ہو، کیونکہ وہ (یہودی اور عیسائی عورت) کم از کم اللہ اور وحی پر تو ایمان رکھتی ہے اگرچہ اس عقیدے و ایمان کی نوعیت کیسی ہی ہو، لہذا دوسروں کی بہ نسبت وہ اسلام کو آسانی سے سمجھ سکتی ہے، خاص طور پر جب اس کی شادی ایک ایسے سچے پکے مسلمان سے ہو جائے جو اپنے اقوال و افعال میں اسلامی تعلیمات کا پابند ہو، کیونکہ جب وہ اس کے اچھے اسلامی اخلاق و آداب کو دیکھے گی اور اپنے ساتھ اس کے حسن سلوک کا معائنہ کرے گی تو یہ اس کے اسلام میں دخول کا سبب ہو سکتا ہے، تاہم اگر وہ اپنے مذہب پر قائم رہنا چاہے تو اسے اس کا پورا حق حاصل ہے، اور کسی کو بھی یہ حق نہیں ہے کہ وہ اسے مذہب تبدیل کرنے پر مجبور کرے، چنانچہ اللہ تبارک و تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

﴿لَا إِكْرَاهَ فِي الدِّينِ﴾ (البقرة: 256)

ترجمہ: دین میں کوئی زبردستی نہیں۔

دوسرا مقصد: یہ ہے کہ اسلام اپنے قابعین و پيروكاروں كو اپنے آپ سے وابستہ اور منسلك ركھنا چاہتا ہے، اسی وجہ سے وہ انہیں ایسی چیز سے دور ركھتا جو بھی ان كے ایمان پر منفي اثر ڈالتی ہے، اس طرح كی چیزوں كو دین میں فتنہ (آزمائش) كہا جاتا ہے، چنانچہ اللہ تبارك و تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: ﴿وَالْفِتْنَةُ أَكْبَرُ مِنَ الْقَتْلِ﴾ (البقرہ: 217) ترجمہ: اور فتنہ (فساد) قتل سے (بھی) بڑھ كر ہے۔

در حقیقت اس قسم كے فتنے كئی طرح كے ہو سكتے ہیں مثال كے طور پر كسی مسلمان كو اس كا عقیدہ بدلنے كے لیے تكلیف دیا جانا، اور ہماری والی صورت بھی ہو سكتی ہے یعنی مسلمان عورت كی غیر مسلم مرد سے شادی كروادینا، اب سوال یہ ہے كہ غیر مسلم مرد سے مسلمان عورت كی شادی كیوں منع ہے؟ تو اس كا جواب وہی ہے جو اوپر بیان ہو چكا كہ عام طور پر شوهر كا اثر اس كی بیوی پر زیادہ پڑتا ہے، اور بہت ممكن ہے كہ اس غیر مسلم شوهر كا اس كی مسلمان بیوی پر منفي اثر پڑ جائے جس كی وجہ سے اس كی مسلمان بیوی اپنا مذہب (اسلام) چھوڑ دے یا كم از كم وہ اسلامی تعلیمات و احكام كی پابندی نہ كر سکے، اور ایسا سب كچھ اسلام اپنے پيروكاروں كے لیے كبھی نہیں چاہتا، بلكہ اسلام تو انہیں ہمیشہ ایسا مناسب ماحول دینے كی كوشش كرتا ہے جس میں وہ اس كی تعلیمات پر عمل كر سکیں، اسی لیے اسلام نے مسلمان عورت كو مسلمان كے ساتھ ساتھ اچھے شخص كا انتخاب كرنے كی بھی تاکید فرمائی ہے، اور اسے بات كی تلقین كی ہے وہ ایسے شخص كا انتخاب كرے جو پابند شریعت ہو اور ایسے شخص كو قبول نہ كرے جو تعلیمات شریعت میں تساہل برتتا ہو، یہ سب اس وجہ سے ہے كہ مسلمان عورت اپنے مذہب اور اس كی تعلیمات پر مضبوطی قائم رہے اور ہر منفي اثر سے دور رہے۔

(5) اسلام اور دیگر مذاہب میں عورت کی میراث

دشمنانِ اسلام اس بات سے بخوبی واقف ہیں کہ اصلاح معاشرہ اور خدمتِ دین میں مسلم عورت کا ایک عظیم کردار ہے، اس لیے وہ مسلم عورت اور اس کے اخلاق و کردار کو تباہ و برباد کرنے میں ہمیشہ کوشاں اور سرگرم رہتے ہیں، کیونکہ جب ایک مرد بگڑتا ہے تو اس کا اثر اس کی ذات تک محدود رہتا ہے، لیکن جب ایک عورت بگڑتی ہے تو پورا خاندان بگڑ جاتا ہے، اور اس کوشش اور جنگ کا سب سے اہم مقصد ہے مسلم عورتوں کے دلوں میں یہ بات ڈال کر کہ شریعتِ اسلامیہ نے ان کی قدر و منزلت اور ان کے حقوق میں ظلم سے کام لیا ہے، انہیں شریعتِ اسلامیہ اور اس کے احکام سے دور کرنا ہے، اور وہ اس ناپاک ارادہ کو پورا کرنے کے لیے جو جھوٹی افواہیں پھیلا رہے ہیں ان میں سے ایک یہ بھی ہے کہ اسلام نے حق میراث میں مرد کو عورت پر فوقیت دی ہے، اس طور پر کہ اسلام میراث میں عورت کو ہمیشہ مرد کا نصف دیتا ہے، جبکہ یہ اسلام پر ایک بہت بڑا بہتان اور جھوٹ ہے، حقیقت تو یہ ہے کہ اسلام نے اپنے تمام معاملات میں خدائی عدل و انصاف کے قانون کی بنیاد رکھی ہے، اور وہ قانون یہ ہے:

"ہم مثل اور ایک جیسی چیزوں میں برابری اور مختلف اور الگ الگ چیزوں میں تفریق سے کام لینا"

اور یہی وہ حقیقی انصاف ہے جس کی انسانیت کو ضرورت ہے تاکہ اس کو اطمینان و سکون حاصل ہو اور زندگی خوشگوار ہو۔

اسلام نے میراث کے معاملے میں وارث کی نوع اور اس کی جنس کا لحاظ نہیں کیا ہے بلکہ تین اعتبارات کو پیش نظر رکھ کر ان کی بنیاد پر میراث کی تقسیم فرمائی ہے:

پہلا اعتبار

وارث (مرد ہو یا عورت) اور مورث (میت) کے درمیان درجہ قرابت، چنانچہ قرابت جتنی زیادہ ہوگی اتنا ہی میراث میں حصہ بھی زیادہ ہوگا اور قرابت جتنی کم ہوگی اتنا ہی حصہ بھی کم ہوگا، اگرچہ وارث کی جنس کوئی بھی ہو، مثال کے طور پر میت کی بیٹی کو میت کے باپ اور اس کی ماں سے زیادہ حصہ ملتا ہے۔

دوسرا اعتبار

وارث نسل کی زندگی کا مرحلہ و مقام، چنانچہ وہ نسل جو ابھی زندگی کا سفر شروع کر رہی ہے اور اپنی ذمہ داریوں کے بوجھ کو اٹھانے کی تیاری میں ہے عام طور پر اس کا حصہ ان نسلوں سے زیادہ ہوتا ہے جو زندگی کا سفر طے کر چکی ہوتی ہیں اور ان کی ذمہ داریوں کے بوجھ ہلکے ہو چکے ہوتے ہیں بلکہ عام طور پر خود ان کی معاشی ذمہ داریاں بھی دوسروں کے ذمہ عائد ہو چکی ہوتی ہیں، چنانچہ اس میں بھی ورثاء کی جنس ذکور و انوث کا کوئی اعتبار کیا نہیں جاتا، چنانچہ میت کی بیٹی میت کی ماں سے زیادہ حصہ پاتی ہے جبکہ وہ دونوں ہی مؤنث ہیں، اسی طرح بیٹی کو میت کے باپ سے زیادہ حصہ ملتا ہے اگرچہ وہ بیٹی ابھی شیر خواری کی حالت میں ہو اور اپنے باپ کی شکل بھی نہ پہچانتی ہو، اگرچہ میت کا باپ ہی اس (میت یعنی اپنے بیٹے) کی دولت

کا ذریعہ و سبب ہو جس میں سے اس بیٹی کو نصف ملتا ہے، اسی طرح بیٹا بھی اپنے والد سے زیادہ میراث پاتا ہے جبکہ وہ دونوں ہی مذکر و مرد ہیں، اور فلسفہ میراث اسلامی کے اس معیار میں بہت سی اور بھی حکمتیں اور اعلیٰ مقاصد ہیں جو اکثر لوگوں پر مخفی ہیں، چنانچہ یہ ایسا معیار ہے جس میں ذکور و انوث کا کوئی دخل نہیں ہے۔

تیسرا اعتبار:

وارث کے اوپر دوسروں کی مالی ذمہ داری جسے شریعت اسلامیہ اس کے اوپر واجب قرار دیتی ہے، یہی واحد ایسا معیار ہے جس سے مرد و عورت کے حصوں میں تفاوت و امتیاز ہوتا ہے، لیکن یہ تفاوت جنس و نوع کی بنیاد پر نہیں ہوتا بلکہ مالی ذمہ داری و مسؤلیت کی بنیاد پر ہوتا ہے، چنانچہ جب سبھی ورثاء ایک ہی درجہ قرابت کے ہوں، اور سبھی زندگی کے ایک ہی مرحلہ و مقام پر ہوں مثال کے طور پر میت کے بیٹے اور بیٹیاں یا بھائی بہن، تو اب ایسی صورت میں شریعت ان سے متعلق مالی ذمہ داریوں کو دیکھ کر میراث تقسیم کرتی ہے جس کی وجہ سے حصوں میں تفاوت ہو جاتا ہے لیکن یہ تفاوت جنس و نوع کی بنیاد پر نہیں ہوتا بلکہ مالی ذمہ داری و مسؤلیت کی بنیاد پر ہوتا ہے، مثال کے طور پر مرد کے اوپر عورت یعنی اس کی بیوی اور ان دونوں کے بچوں کی کفالت کی ذمہ دار ہوتی ہے جبکہ وارث عورت یعنی اس مرد کی بہن (اگر شادی شدہ ہے تو اس کی) اور اس کے بچوں کی ذمہ داری خود اس کے ساتھ والے مرد یعنی اس کے شوہر کے اوپر ہوتی ہے، (اور اگر اس کی بہن شادی شدہ نہیں ہے تو کبھی کبھی اس کی بھی ذمہ داری اس مرد یعنی اس کے بھائی کے اوپر آ جاتی ہے) اس طرح سے وہ عورت - اپنے بھائی کے مقابلے میں نصف پانے کے باوجود بھی - اپنے بھائی سے زیادہ فائدہ میں رہتی ہے، کیونکہ اس کی پوری میراث محفوظ و جمع رہتی ہے جس سے وہ اپنی زندگی کے مشکل حالات میں فائدہ اٹھا سکتی ہے، یہی وجہ ہے کہ قرآن پاک نے مرد و عورت کے حصوں کے تفاوت و امتیاز کو مطلق بیان نہیں کیا بلکہ اسے صرف صورت مذکورہ ہی کے ساتھ خاص کیا، چنانچہ آیت کریمہ میں ارشاد ہوا:

﴿يُوصِيكُمُ اللَّهُ فِي أَوْلَادِكُمْ لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنثِيَيْنِ﴾ (النساء: 11)

ترجمہ: "اللہ تمہیں حکم دیتا ہے تمہاری اولاد (کی وراثت) کے بارے میں، بیٹے کا حصہ دو بیٹوں کے برابر ہے۔"

لہذا شریعت اسلامیہ نے یہاں جو تفریق کی ہے وہ ہم مثل اور ایک جیسوں کے درمیان نہیں کی ہے بلکہ ایسوں کے درمیان کی ہے جو الگ الگ اور مختلف ہیں اور جن کے درمیان تفریق ضروری ہے۔

جبکہ شرع نے مرد پر عورت کا مہر بھی لازم کیا لیکن عورت پر مرد کا مہر لازم نہیں کیا۔

مزید یہ کہ مرد پر عورت کی رہائش کا انتظام، اس کا اور اس کی اولاد کا نان نفقہ بھی واجب ہے، اسی طرح مرد پر جنایات کا تاوان بھی واجب ہوتا ہے جیسے دیت اور قصاص، یہاں تک کہ حالت طلاق میں بھی اسلام نے عورت کو زندگی کے بوجھ اٹھانے کے لیے تنہا چھوڑا بلکہ شرع نے شوہر سابق پر یہ لازم کیا ہے کہ وہ بعد طلاق بھی اسے نفقہ متعہ یا نفقہ کفالت دے یہاں تک کہ وہ کسی دوسرے مرد سے شادی کر لے، لہذا انہی مسؤلیات اور مالی

ذمہ داریوں کی وجہ سے اسلام نے مرد کو عورت کے مقابلے دو گنا حصہ دیا ہے جبکہ وہ کاروانِ حیات اور درجہ قرابت میں برابر ہوں لیکن اس کے ساتھ ہی مرد پر اس کا نان و نفقہ بھی لازم کیا ہے۔

اس سے یہ بات بخوبی واضح ہو جاتی ہے کہ شریعت اسلامیہ نے حق میراث میں عورت کو بلند و بالا مقام عطا فرمایا ہے۔
نیز یہ مذکورہ اعتبار صرف چار حالتوں میں منحصر ہے:

(1) میت کی مذکورہ مؤنث اولاد ہونے کی حالت میں، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

﴿يُوصِيكُمُ اللَّهُ فِي أَوْلَادِكُمْ لِلذَّكَرِ مِثْلُ الْاُنْثَيَيْنِ﴾ (النساء: 11)

ترجمہ: اللہ تمہیں حکم دیتا ہے تمہاری اولاد کے بارے میں بیٹے کا حصہ دو بیٹیوں برابر ہے۔ (ترجمہ کنز الایمان)

(2) زوجین (شوہر و بیوی) کی میراث، لہذا میت اگر بیوی ہو تو شوہر کو اس کا دو گنا ملے گا جو شوہر کی موت کے وقت بیوی کو ملتا، کیونکہ اللہ

تعالیٰ نے فرمایا ہے:

﴿وَلَكُمْ نِصْفُ مَا تَرَكَ أَزْوَاجُكُمْ إِنْ لَمْ يَكُنْ لَهُنَّ وَلَدٌ فَإِنْ كَانَ لَهُنَّ وَلَدٌ فَلَكُمْ الرُّبْعُ مِمَّا تَرَكَنَّ مِنْ بَعْدِ وَصِيَّةٍ يُوَصِّينَ بِهَا أَوْ دِينَ وَلَهُنَّ الرُّبْعُ مِمَّا تَرَكَنَّ إِنْ لَمْ يَكُنْ لَكُمْ وَلَدٌ فَإِنْ كَانَ لَكُمْ وَلَدٌ فَلَهُنَّ الثُّمْنُ مِمَّا تَرَكَنَّ مِنْ بَعْدِ وَصِيَّةٍ يُوَصِّونَ بِهَا أَوْ دِينَ﴾ (النساء: 12)

ترجمہ: اور تمہاری بیویاں جو چھوڑ جائیں اس میں سے تمہیں آدھا ہے اگر ان کی اولاد نہ ہو، پھر اگر ان کی اولاد ہو تو ان کے ترکہ میں سے تمہیں چوتھائی ہے جو وصیت وہ کر گئیں اور دین نکال کر اور تمہارے ترکہ میں عورتوں کا چوتھائی ہے اگر تمہارے اولاد نہ ہو پھر اگر تمہارے اولاد ہو تو ان کا تمہارے ترکہ میں سے آٹھواں جو وصیت تم کر جاؤ اور دین نکال کر۔ (ترجمہ کنز الایمان)

(3) اگر میت بیٹا ہے تو باپ اپنی بیوی کا دو گنا ملے گا جبکہ میت کا کوئی وارث نہ ہو، تو اس حالت میں باپ کو دو ثلث اور ماں کو ایک ثلث ملے

گا۔

(4) اگر میت کی ایک ہی بیٹی ہو، تو بھی اس کا باپ اپنی بیوی (میت کی ماں) کا دو گنا ملے گا، کیونکہ اس حالت میں میت کی بیٹی کو نصف، میت

کی ماں کو سدس (چھٹا حصہ) ملے گا اور باپ کو سدس (چھٹے حصے) کے ساتھ ساتھ ے عصبہ ہونے کی وجہ سے باقی کا بچا ہوا بھی ملے گا۔

جبکہ اس کے مقابلے میں بہت سی ایسی حالتیں ہیں جن میں اسلام نے عورت کو مرد کے برابر حصہ دیا ہے:

(1) کلالہ کی صورت میں، یعنی نہ تو میت کی اصل (باپ دادا) میں سے کوئی ہو اور نہ ہی اس کی فرع (بیٹا بیٹی یا پوتا پوتی) میں سے کوئی ہو، لیکن اس کے دو اخیانی (ماں شریک) بھائی بہن ہوں تو ان میں سے ہر ایک کو میراث کا چھٹا حصہ ملے گا، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ارشاد فرمایا ہے:

﴿وَإِنْ كَانَ رَجُلٌ يُورَثُ كَلَالَةً أَوْ امْرَأَةٌ وَلَهُ أَخٌ أَوْ أُخْتٌ فَلِكُلِّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا السُّدُسُ ۖ فَإِنْ كَانُوا أَكْثَرَ مِنْ ذَلِكَ فَهُمْ شُرَكَاءُ فِي الثُّلُثِ ۚ مِنْ بَعْدِ وَصِيَّةٍ يُوصِي بِهَا أَوْ دِينَ غَيْرِ مِثْلِهَا ۚ وَصِيَّةٌ مِنَ اللَّهِ ۖ وَاللَّهُ عَلِيمٌ حَلِيمٌ﴾ (النساء: 12)

ترجمہ: اور اگر کسی ایسے مرد یا عورت کا ترکہ پٹنا ہو جس نے ماں باپ اولاد کچھ نہ چھوڑے اور ماں کی طرف سے اس کا بھائی یا بہن ہے تو ان میں سے ہر ایک کو چھٹا پھر اگر وہ بہن بھائی ایک سے زیادہ ہوں تو سب تہائی میں شریک ہیں میت کی وصیت اور دین نکال کر جس میں اس نے نقصان نہ پہنچایا ہو یہ اللہ کا ارشاد ہے اور اللہ علم والا حلم والا ہے۔ (ترجمہ کنز الایمان)

(2) اور اگر اس میت کے دو سے زیادہ اخیانی بھائی بہن ہیں تو وہ سب ایک ثلث کو آپس میں برابر برابر لے لیں گے۔

(3) میت نے ایک بیٹا یا دو یا اس سے زائد بیٹیاں چھوڑیں، تو ماں اور باپ میں سے ہر ایک کو سدس ملے گا، کیونکہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

﴿وَلَوْلَا بُوَيْهَ لِكُلِّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا السُّدُسُ ۖ مِمَّا تَرَكَ إِنْ كَانَ لَهُ وَلَدٌ ۚ فَإِنْ لَمْ يَكُنْ لَهُ وَلَدٌ﴾ (النساء: 11)

ترجمہ: اور اگر ایک لڑکی ہو تو اس کا آدھا اور میت کے ماں باپ کو ہر ایک کو اس کے ترکہ سے چھٹا اگر میت کے اولاد ہو۔ (ترجمہ کنز الایمان)

(4) جب میت عورت ہو اور وہ شوہر اور ایک سگی بہن چھوڑے، تو ان میں سے ہر ایک کو نصف نصف ملے گا۔

(5) جب میت عورت ہو اور وہ شوہر اور ایک باپ شریک بہن چھوڑے تو ان میں سے ہر ایک کو نصف نصف ملے گا۔

(6) اگر عورت فوت ہوئی اور اس نے شوہر، ماں اور سگی بہن چھوڑی تو شوہر کو نصف، اور ماں کو نصف ملے گا اور بہن کو کچھ نہیں ملے گا۔ (یہ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کے نزدیک ہے)

(7) اگر عورت فوت ہوئی اور اس نے شوہر، سگی بہن، باپ شریک بہن اور ایک ماں شریک بہن چھوڑی تو شوہر کو نصف اور سگی بہن کو

نصف ملے گا اور باپ شریک بہن اور ماں شریک بہن کو کچھ نہیں ملے گا۔

(8) جب کسی مرد کا انتقال ہو اور اس نے دو بیٹیاں، باپ اور ماں چھوڑی، تو باپ کو سدس، ماں کو سدس اور دونوں میں سے ہر ایک بیٹی

کو ایک ایک ثلث ملے گا۔

جبکہ کچھ ایسی صورتیں بھی ہیں جن میں شریعت اسلامیہ نے عورت کو مرد کے مقابلے میں زیادہ حصہ دیا ہے، ان میں سے چند مندرجہ ذیل ہیں:

- (1) جب مرد فوت ہوا اور اس نے ماں، دو بیٹیاں اور ایک بھائی چھوڑا تو بیٹی کو (میت کے) بھائی کے مقابلے میں زیادہ حصہ ملے گا۔
 - (2) اگر باپ فوت ہوا اور اس نے بیٹی، ماں اور باپ چھوڑا تو بیٹی کو میت کے باپ کا ڈیڑھ گنا حصہ دیا جائے گا۔
 - (3) جب مرد فوت ہوا اور اس نے دو بیٹیاں، باپ اور ماں چھوڑی تو بیٹی کو باپ کا دو گنا حصہ دیا جائے گا۔
 - (4) اور یہی حکم اس وقت ہوگا جب عورت فوت ہوئی اور اس نے شوہر، ماں، دادا، دو ماں شریک بھائی اور دو باپ شریک بھائی چھوڑے۔
 - (5) اگر مرد فوت ہوا اور اس نے دو بیٹی، ایک باپ شریک بھائی، ایک باپ شریک بہن چھوڑی تو دونوں بیٹیوں میں سے ہر ایک کو ایک ایک ثلث اور باقی (ایک ثلث) میں سے دو ثلث بھائیوں کو اور ایک ثلث اس کی بہن کو دیا جائے گا۔
- مزید کچھ ایسی صورتیں بھی ہیں کہ جن میں عورت کو تو وراثت ملتی لیکن مرد محروم رہتا ہے:

- (1) اگر مرد فوت ہوا اور اس نے ایک بیٹی، ایک بہن اور ایک چچا چھوڑا، تو تو بیٹی اور بہن میں سے ہر ایک کو نصف دیا جائے گا اور چچا کو کچھ نہیں ملے گا۔
- (2) جب عورت فوت ہوئی اور اس نے شوہر، سگی بہن، باپ شریک بہن اور باپ شریک بھائی چھوڑا تو شوہر کو نصف اور بہن کو نصف دیا جائے گا، اور باپ شریک بہن اور باپ شریک بھائی کو کچھ نہیں ملے گا۔ (ہاں لیکن اگر باقی لوگوں کے ساتھ صرف باپ شریک بہن ہو اور باپ شریک بھائی نہ ہو تو اس باپ شریک بہن کو سدس ملے گا، لیکن اگر باقی کے ساتھ صرف باپ شریک بھائی نہ ہو تو اسے کچھ نہ ملے گا)
- (3) اگر عورت فوت ہوئی اور اس نے شوہر، باپ، ماں، بیٹی، ایک پوتی اور ایک پوتا چھوڑا تو شوہر کو ربع (ایک چوتھائی)، ماں باپ میں سے ہر ایک کو سدس، اور بیٹی کو نصف ملے گا اور پوتے اور پوتی کو کچھ نہیں دیا جائے گا، چنانچہ یہاں بیٹی کو پوتے کے مقابلے میں چھ گنا زیادہ حصہ ملا۔
- (4) اگر عورت فوت ہوئی اور اس نے شوہر، ماں، دو ماں شریک بھائی اور ایک یا ایک سے زیادہ سگے بھائی چھوڑے تو شوہر کو نصف، ماں کو سدس اور ماں شریک بھائیوں کو ثلث دیا جائے گا، اور حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کا موقف یہ ہے کہ سگے بھائیوں کو کچھ نہیں ملے گا۔
- (5) اگر عورت فوت ہوئی اور اس نے شوہر، دادا، ماں، سگے بھائیوں اور ماں شریک بھائیوں کو چھوڑا، تو شوہر کو نصف، دادا کو سدس، ماں کو سدس اور باقی سگے بھائیوں کو دیا جائے گا، اور ماں شریک بھائیوں کو کچھ نہیں ملے گا۔

تو اس سے واضح ہوتا کہ علم میراث کے احوال کا جائزہ لینے والا شخص اس بات سے بخوبی واقف ہو جائے گا کہ صرف چار صورتیں ایسی ہیں جن میں عورت کو مرد کے حصہ سے آدھا حصہ ملتا ہے جبکہ اس کے مقابلے میں تین سے زائد صورتیں ایسی ہیں جن عورت کو مرد کے برابر یا اس سے زیادہ حصہ ملتا ہے یا عورت کو تو ملتا ہے لیکن مرد کو نہیں ملتا ہے۔

تو اس سب کے بعد بھی یہ کہنا دانشمندی ہوگی کہ: اسلام نے حق میراث میں عورت پر ظلم کیا ہے؟

دوسری شریعتوں میں عورت کی میراث پر ایک نظر

آئیے یہ بھی ملاحظہ کر لیتے ہیں کہ دوسری شریعتوں نے میراث میں عورت کو کیا حق دیا ہے۔

بائبل میں میراث صرف مردوں کے لیے ہے، چنانچہ اس میں ہے کہ: "اگر کسی مرد کی دو بیویاں ہوں ان میں سے ایک اس کو ہر دل عزیز اور دوسری ناپسند ہو، پھر ان دونوں کو بیٹے پیدا ہوئے، تو اگر پہلا بیٹا (سب سے بڑا) ناپسندیدہ بیوی سے ہے تو کوئی بھی چیز تقسیم کرتے وقت شوہر کے لیے جائز نہیں کہ وہ پسندیدہ بیوی کے بڑے بیٹے کو ناپسندیدہ بیوی کے بڑے بیٹے پر فوقیت دے، بلکہ وہ اسی ناپسندیدہ بیوی کے بڑے بیٹے کو مقدم رکھے تاکہ اسے دو گنا حصہ دے کیونکہ یہ اس کی پہلی نشانی ہے اور اس کو حق اولیت بھی حاصل ہے۔" (تثنیہ ۲۱: ۱۵-۱۷)

بیٹیوں کو وراثت نہیں ملتی مگر اس وقت جبکہ بیٹے نہ ہوں: "صلفحاد کی بیٹیاں آگے بڑھیں۔۔۔ اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے سامنے کھڑی ہوئیں اور کہنے لگیں: صحراء میں ہمارے والد کا انتقال ہو گیا اور ان کا کوئی بیٹا نہیں ہے، تو صرف بیٹانہ ہونے کی وجہ سے کیوں ان کا نام قبیلے سے مٹا دیا گیا؟ ہمارے چچاؤں کے سامنے ہمیں ہمارے باپ کی ملکیت دو، تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ان کے دعویٰ کو رب کے حضور پیش کیا، تو اللہ تعالیٰ نے ان سے ارشاد فرمایا: صلفحاد کی بیٹیاں حق بول رہی ہیں، ان کے چچاؤں کے سامنے انہیں انکے حصے کی ملکیت دے دو، تاکہ وہ اپنے باپ کے حصے پر قبضہ کر لیں، اور قوم بنی اسرائیل سے فرمادو: اگر کوئی شخص انتقال کر جائے اور اس کا کوئی بیٹا نہ ہو تو اس کی ملکیت اس کی بیٹی کو دے دو، اگر بیٹی نہ ہو تو بھائیوں کو دے دو، اگر بھائی نہ ہوں تو اس کے چچاؤں کو دے دو، اور اگر میت کے باپ کے بھائی (یعنی میت کے چچا) بھی نہ ہوں تو اس کے قبیلے میں جو نسب کے اعتبار سے اس کے سب سے زیادہ قریب ہو اسے ہی اس کا حصہ دے دو چنانچہ وہی اس کا وارث بنے گا۔" تو اللہ نے یہ جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کو حکم دیا تھا یہی قوم بنی اسرائیل کے لیے تقسیم میراث کا قانون بن گیا۔

فرانسیسی قانون کی دو سو سترہویں دفعہ نے اس بات کی صراحت کی ہے کہ "شادی شدہ عورت (اگرچہ اس کی شادی اس شرط کے ساتھ ہو کہ اس کی اور اس کے شوہر کی ملکیت جدا اور الگ رہے گی) کے لیے جائز نہیں کہ وہ اپنے مال کو ہبہ کرے، یا اپنی ملکیت کو منتقل کرے یا پھر کسی کے پاس

بطور رہن رکھے، اور نہ ہی وہ عوض دے کر یا بلا عوض اس کی مالک بن سکتی ہے جب تک کہ ان تمام عقدوں میں اس کے شوہر کی شرکت نہ ہو یا اس کی طرف سے تحریری موافقت حاصل نہ ہو جائے۔

انگریزی قانون کے ماتحت شوہر اپنی بیوی کو چھ پیسوں میں دوسرے مرد کو بیچتا تھا اور یہ قانون 1805 عیسوی تک رہا، جبکہ فرانسیسی ثورہ کے قانون نے عورت کو بچے اور پاگل کی طرح ناقص العقل مانتے ہوئے اس کی ملکیت میں تصرف کرنے سے روک دیا تھا مگر جبکہ اس کا کوئی ولی ہو، یہ قانون 1938 عیسوی تک باقی رہا۔

اور جب بھی کسی نے عورت پر ہونے والے ظلم کو بدلنا چاہا اور بڑے ظلم میں اس کو اور بھی مبتلا کر دیا یہاں تک کہ اس کی نسوانیت، ذات، اور تشخص و تمیز کو بھی تار تار کر دیا، تکالیف اور ذمہ داریوں کے بوجھ میں مرد کے مساوی بنا دیا، اور اس پر ظلم کی انتہا کر کے بے جان و روح کا جسم و بت بنا دیا، لہذا جب تک عورت اسلام سے دور رہے گی اس کی تکلیف و پریشانی اور حرماں نصیبی برقرار رہے گی؛ کیونکہ صرف اسلام ہی اسے اس کی قدر و منزلت، عزت و احترام، اطمینان و سکون دینے اور اس کی فطرت سے ہم آہنگی برقرار رکھنے پر قادر ہے؛ کیونکہ وہی صرف ایک تنہا سچا دین الہی ہے۔

(6) اسلام اور دیگر مذاہب میں تعدد ازدواج - جمال محمد زکی

اسلام میں تعدد ازدواج کے متعلق شکوک و شبہات کا رد

اسلام دشمن و بیمار دل لوگ اور ان کے پیروکار تعدد ازدواج کے سلسلے میں نازل ہونے والی قرآن مجید کی آیت یعنی:

﴿فَانْكِحُوا مَا طَابَ لَكُمْ مِنَ النِّسَاءِ مَثْنً وَثُلَاثَ وَرُبَاعَ﴾ (4) (ترجمہ: تو نکاح میں لاؤ جو عورتیں تمہیں خوش آئیں دو دو اور تین تین اور چار چار (ترجمہ کنز الایمان)، میں طعن و تشنیع کرتے ہیں، چنانچہ کہتے ہیں کہ قرآن پاک نے عورت اور اس کے حقوق کو نظر انداز کیا ہے جیسا کہ زمانہ جاہلیت میں تھا۔

اسلام میں تعدد ازدواج اور اس کے مقاصد کو واضح کرنے سے پہلے ہم ایک اہم سوال کا جواب دینا چاہتے ہیں وہ یہ کہ: کیا اسلام نے تعدد ازدواج کی ایجاد کی یا پھر یہ رواج پہلے ہی سے موجود تھا؟ چنانچہ تاریخ کا مطالعہ کرنے سے پتہ چلتا ہے کہ تعدد ازدواج کا رواج اسلام سے بہت پہلے سے ہی زمانہ قدیم سے ہر زمانہ اور ہر معاشرے کے لوگوں کے اندر موجود رہا ہے۔

تورات اور یہودیت میں تعدد ازدواج: تورات نے یہودیوں کو بیک وقت ایک سے زائد عورتوں سے شادی کرنے کی اجازت دی ہے اور بیویوں کی تعداد کی بھی کوئی حد متعین نہیں کی ہے، لیکن ہاں تلمود نے چار بیویوں کی حد متعین کی بشرطیکہ شوہر انہیں نان و نفقہ دینے پر قادر ہو، چنانچہ تلمود کہتا ہے: مرد کو (بیک وقت) چار سے زیادہ بیویاں رکھنا جائز نہیں ہے، جیسا کہ حضرت یعقوب نے کیا، جبکہ شوہر نے پہلی شادی کے وقت اس کی قسم نہ کھائی ہو۔ اگرچہ ایسی تعداد کے لیے نان و نفقہ پر قدرت شرط ہے۔ (5)

(4) النساء: 3

(5) مکانة المرأة فی الیہودیۃ والمسیحیۃ والاسلام، مؤلف: اللواء احمد عبد الوہاب، صفحہ: 150، وزارت الاوقاف، اور تلمود: یہ دوسری کتاب ہے جس کے بارے میں یہودی کہتے ہیں کہ اس میں بلا واسطہ موسیٰ علیہ السلام کی تعلیمات ہیں، اور اسے تورات پر فوقیت دیتے ہیں۔

سفر تکوین میں ہے: حضرت یعقوب علیہ السلام نے: ' (31) لیاہ .. (24) راحیل .. (25) راحیل کی باندی بلہا ... (26) اور لیاہ کی کنیر زلفہ .. ط سے شادی کی۔ (6) لہذا اس طرح سے بیک وقت آپ کی چار بیویاں تھیں: دو بہنیں یعنی لیاہ اور راحیل، اور دو ان کی دو لونڈیاں: بلہا اور زلفہ۔

گنتی کی کتاب میں ہے: حضرت داود علیہ السلام کی متعدد بیویاں اور بہت سی لونڈیاں تھیں، اسی طرح ان کے بیٹے سلیمان علیہ السلام کی بھی، چنانچہ سلیمان علیہ السلام کی ایک ہزار سے زائد بیویاں تھیں، اسی طرح ایک یہودی بادشاہ ایبا کی بھی چودہ بیویاں تھیں .. (7) اور جدعون کے ستر بیٹے تھے سب اسی کی صلب سے تھے؛ کیونکہ اس کی بہت سی بیویاں تھیں، اور اس کی لونڈی سر یہ۔ جو شکیم میں رہتی تھی۔ سے بھی اس کا ایک بیٹا تھا جس کا نام ایمالک تھا .. (8) لیکن پھر علماء یہود نے سول قوانین کے تحت تعدد ازدواج کے نظام کے نسخ کا فتویٰ جاری کر دیا اور پھر یہودی مجالس و پارلیمنٹوں کے ذریعہ اس فتوے کی توثیق بھی کر دی گئی، اور پھر اس طرح اس فتویٰ کو شرعی حیثیت حاصل ہو گئی، اسرائیلی احکام شریعہ کے دفعہ 54 میں ہے کہ: مرد ایک سے زیادہ بیوی نہیں رکھ سکتا ہے، اور شادی کرتے وقت اسے اس پر حلف اٹھانا ضروری ہے۔ (9) لہذا اس حرمت کی بنیاد تورات نہیں ہے بلکہ اس کی حلف ہے۔

انجیل اور عیسائیت میں تعدد ازدواج: ابتدا میں عیسائیت نے بھی یہودیت کی طرح تعدد ازدواج کا اقرار کیا اور سترہویں صدی عیسوی تک پادریوں نے بھی اس میں کوئی تدخل نہیں کیا، لیکن پھر اسی سترہویں صدی میں اس کی ممانعت پر کلام شروع ہوا اور پھر آخر کار 1750 میں اس ممانعت کی توثیق ہو گئی، عیسائی پادریوں کا یہ کہنا تھا کہ ایسا کرنے سے وہ دعوت و تبلیغ کے لیے فارغ البال ہو جائیں گے اور خواتین اور ان کی پریشانیاں ان کے لیے چرچ اور اس کے پیروکاروں کی دیکھ بھال کرنے میں رکاوٹ نہیں بنیں گی۔

یہ ممانعت آہستہ آہستہ پروان چڑھی، پہلے تو یہ (تعدد ازدواج) صرف پادریوں پر ہی حرام ہوئی، پھر اس کے بعد پادریوں کے علاوہ لوگوں کی صرف پہلی شادی ہی مذہبی رسومات کے طور پر کی جانے لگی، لہذا اگر کوئی مسیحی شخص دوسری شادی کرنا چاہتا تو وہ مذہبی رسومات کے بغیر ہی کرتا، پھر اس کے بعد ایک سے زیادہ شادی کرنا ہی منع کر دیا گیا، تاہم لونڈی رکھنا جائز تھا لیکن پھر 970 عیسوی میں پادری اعظم ابرام سوربانی کے حکم سے لونڈی رکھنے کو بھی منع کر دیا گیا۔ (10)

(6) سفر تکوین 23-26:35

(7) کتاب گنتی 3:30

(8) قضاۃ 8:31-3، المرأة فی الیہودیۃ والمسیحیۃ والاسلام، مؤلف: زکی ابو عصفہ، صفحہ: 284-286

(9) مرکز المرأة فی الشریعۃ الیہودیۃ، مؤلف: السید محمد عاشور، صفحہ: 11، اور اس مرجع: الفکر الدینی الاسرائیلی، مؤلف: پروفیسر حسن نطاظا

(10) المرأة فی الیہودیۃ والمسیحیۃ والاسلام، مؤلف: زکی ابو عصفہ، صفحہ: 291-292

اس طرح یہ ممانعت انسان کی موضوع تشریع سے آئی ہے ناکہ آسمانی تشریع سے، پھر انہوں نے رہبانیت کا پروپیگنڈا شروع کیا جو صرف مسیحیت میں ہی تھا، وہ رہبانیت کو صلاح نفس، تقدس، ایمان میں ترقی اور چرچ کے درجات میں اضافے کا سبب سمجھتے تھے، ان کے نزدیک شہوت ایک عیب اور گھناؤنی چیز تھی، چنانچہ عدم زواج کے دعوے کی دلیل میں بولس کہتا تھا: (32) میں چاہتا ہوں کہ تم بے فکر رہو، کیونکہ غیر شادی شدہ ہمیشہ اپنے پروردگار کے معاملات میں منہمک رہتا ہے (33) اور اس کا مقصد خدا کو راضی کرنا رہتا ہے، لیکن شادی شدہ انسان دنیاوی معاملات میں فکر مند و منہمک رہتا ہے اور اس کا مقصد اپنی بیوی کو راضی کرنا رہتا ہے (34) کیونکہ اس کی فکر و توجہ تقسیم ہو جاتی ہے، اسی طرح غیر شادی شدہ اور کنواری عورتیں اپنے رب کے امور کے بارے میں فکر مند و منہمک رہتی ہیں اور ان کا مقصد جسمانی و روحانی اعتبار سے مقدس ہونا رہتا ہے۔ (11)

چنانچہ اس طرح سے انہوں نے احکامات شریعت کو توڑ مروڑ دیا چنانچہ ان کے نظریات و مبادی تباہ کن و غلط ثابت ہوئے جنہیں عقل سلیم اور پاک فطرت کبھی قبول نہیں کرے سکتی... چنانچہ جائز شادی کے بغیر اولاد اور انسانی نسل کہاں سے آئے گی؟ الفت و محبت، مودت و رحمت اور ذہنی سکون کہاں سے حاصل ہوگا؟ اللہ رب العزت نے انسان میں جو فطری خواہش رکھی ہے وہ کہاں سے بجھے گی اور اس کے نکلنے کا صحیح طریقہ کیا ہوگا؟ ہم وہ ازدواجی گھر کہاں سے لائیں گے جو فحاشی، عشق بازی اور ناجائز تعلقات میں پڑنے سے بچانے کا ایک محفوظ قلعہ ہے؟ مرد اور عورت کے اندر جو فطری پدری اور مادری جذبات ہیں وہ کہاں جائیں گے؟...

اسلام میں تعدد ازدواج

اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے بنی آدم کے اعزاز و تکریم، ان پر اپنی نعمتوں کی تکمیل، انہیں جسمانی و روحانی طور پر گندگی، بدکاری و فحاشی سے پاک کرنے اور ان کی عفت و پاکیزگی، راحت و سکون، الفت و محبت اور کمال و استحکام میں ترقی و اضافے کے لیے شادی و نکاح کو مشروع کیا، چنانچہ اللہ تبارک و تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

﴿وَاللّٰهُ جَعَلَ لَكُم مِّنْ أَنْفُسِكُمْ أَزْوَاجًا﴾ (12)

ترجمہ: اور اللہ نے تمہارے لیے تمہاری جنس سے عورتیں (بیویاں) بنائیں (کنز الایمان)

چنانچہ شادی مرد اور عورت کے مابین سب سے زیادہ مضبوط، گہرا، مستقل اور وسیع تر رشتہ ہے، یہ مرد و عورت کے ہر طرح کے تعلقات کو شامل ہے، چنانچہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

(11) اکرنتوس 7: 34-32، المراءاة فی الیہودیۃ والسیعیۃ والاسلام، مؤلف: زکی ابو عصفہ، صفحہ: 304

(12) النحل: 72

﴿هُوَ الَّذِي خَلَقَكُمْ مِنْ نَفْسٍ وَاحِدَةٍ وَجَعَلَ مِنْهَا زَوْجَهَا لِيَسْكُنَ إِلَيْهَا﴾ (13)

ترجمہ: وہی ہے جس نے تم کو ایک جان سے پیدا کیا اور اسی سے اس کا جوڑا (بیوی کو) بنایا تاکہ وہ اس سے سکون حاصل کرے۔

چنانچہ یہ انسان اور اس کی تکوین میں اس کے وظیفہ زوجیت کی حقیقت کا اسلامی نظریہ ہے، اور یہ ایک پختہ و سچا نظریہ ہے۔ (14)

لہذا اسلام نے لوگوں کو رہبانیت کی دعوت نہیں دی، حدیث پاک میں ہے کہ: بے شک اللہ تعالیٰ نے ہمیں رہبانیت کے بجائے سچا مذہب عطا فرمادیا۔ (15) بلکہ اسلام نے شادی کو طہارت و پاکیزگی اور عفت کا ذریعہ بتایا ہے، چنانچہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو شخص اللہ تعالیٰ سے پاک و صاف ستھرا ملنا چاہے وہ آزاد عورتوں سے شادی کرے (16) نیز نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: "شادی میری سنت ہے، تو جس نے میری سنت پر عمل نہیں کیا تو وہ مجھ سے نہیں ہے، لہذا، شادی کرو (اور اپنی تعداد بڑھاؤ) کیونکہ تمہاری وجہ سے میں دوسری امتوں پر فخر کروں گا۔" (17) نیز آپ ﷺ نے فرمایا: "جو شخص نکاح کی قدرت رکھتا ہو تو وہ نکاح کر لے کیونکہ یہ نگاہ کو زیادہ نیچی رکھتا ہے اور شرمگاہ کی زیادہ حفاظت کرتا ہے۔" (18) اور اسلام جن چیزوں کو مشروع قرار دیا ہے ان میں سے ایک تعدد ازدواج بھی ہے جبکہ اس کی ضرورت پیش آئے، چنانچہ اس کے بارے میں ہم چند نقاط میں بات کرنا چاہیں گے:

اول: اسلام نے تعدد ازدواج کا نظام ایجاد نہیں کیا ہے بلکہ جب اسلام آیا تو یہ نظام ہر معاشرے میں مشہور و معروف تھا، اسلام سے پہلے زمانہ جاہلیت میں اہل عرب بنا کسی قید و شرط کے اس تعدد ازدواج کے نظام پر کثرت سے عمل کرتے تھے۔

دوم: چونکہ اسلام لوگوں کے معاملات اور ان کے احوال کو منظم کرنے کے لئے آیا ہے، لہذا تعدد ازدواج کے اس مطلق العنان قانون کو منظم کرنے، اس کے نقصانات کو روکنے، اسے مقید و مشروط کر کے اسے شائستہ و مہذب کرنے کے لیے اسلام کا اس میں مداخلت کرنا ضروری تاکہ سب کے حقوق کی رعایت ہو، چنانچہ اللہ تبارک و تعالیٰ قرآن مجید میں ارشاد فرماتا ہے:

(13) الأعراف: 189

(14) المرأة في ظلال القرآن، تالیف: سید قطب، اعداد: عکاشۃ عبد المنان صفحہ: 19

(15) سعد بن ابی وقاص کی سند سے امام بیہقی نے اسے روایت کیا ہے۔

(16) ابن ماجہ، کتاب النکاح، ج: 1، 1862

(17) ابن ماجہ، کتاب النکاح، ج: 1، 1846

(18) نسائی، ج: 2، 2242، مسن داحمد (58/1)

﴿وَأِنْ خِفْتُمْ أَلَّا تُقْسِطُوا فِي الْيَتَامَىٰ فَانكِحُوا مَا طَابَ لَكُمْ مِنَ النِّسَاءِ مَثْنَىٰ وَثُلَاثَ وَرُبَاعَ﴾ (19)

ترجمہ: اور اگر تمہیں اندیشہ ہو کہ یتیم لڑکیوں میں انصاف نہ کرو گے تو نکاح میں لاؤ جو عورتیں تمہیں خوش آئیں دو دو اور تین تین اور چار چار۔ (ترجمہ کنز الایمان)

اس آیت کے نزول کے بعد پیغمبر اکرم ﷺ نے چار سے زیادہ بیویاں رکھنے والے افراد کو حکم دیا کہ وہ صرف چار رکھیں اور باقی دوسری بیویوں کو چھوڑ دیں، چنانچہ امام بخاری نے اپنی کتاب الادب المفرد میں روایت کیا ہے کہ غیلان بن سلمہ ثقفی نے جب اسلام قبول کیا تو ان کی دس بیویاں تھیں، تو نبی اکرم ﷺ نے اس سے فرمایا: "ان میں سے چار کو چن لو۔" (20) ابو داؤد نے اپنی سند کے ساتھ روایت کیا ہے کہ عمیرہ اسدی بیان کرتے ہیں: "جب میں نے اسلام قبول کیا تو میری آٹھ بیویاں تھیں، لہذا میں نے نبی کریم ﷺ کو اس کے بارے میں بتایا، تو آپ ﷺ نے مجھ سے ارشاد فرمایا: "ان میں سے صرف چار کو باقی رکھو۔" (21) امام شافعی اپنی مسند میں روایت کرتے ہیں کہ نوفل بن معاویہ دیلمی بیان کرتے ہیں کہ: جب میں مسلمان ہوا تو میرے نکاح میں پانچ عورتیں تھیں چنانچہ میں نے اس بارے میں رسول کریم ﷺ سے پوچھا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ ایک کو علیحدہ کر دو اور چار کو باقی رکھو (آپ ﷺ کا یہ حکم سن کر) میں اپنی سب سے پہلی بیوی کو علیحدہ کر دیا جو بانجھ تھی اور ساٹھ سال سے میرے ساتھ تھی۔ (22)

چنانچہ اس طرح سے اسلام نے تعدد ازدواج کے قانون میں صرف چار بیویوں کی حد متعین کر کے اسے مقید فرمایا اور مہذب و شائستہ بنایا جبکہ اسلام سے پہلے اس میں کوئی حد متعین نہیں تھی، لہذا جتنی چاہتے اتنی بیویاں رکھتے تھے۔

سوم: نیز اسلام نے کثرت ازدواج کے اس قانون کو مرد کی خواہش نفسانی پر مطلق نہیں چھوڑا بلکہ اسے عدل و انصاف کی قید کے ساتھ بھی مقید کیا، لہذا اگر وہ عدل و انصاف نہیں کر سکتا تو اس کے لیے تعدد ازدواج جائز نہیں ہے، اور اس کے لیے اسلام نے دو طرح کا عدل و انصاف کا تذکرہ دیا ہے:

(19) النساء: 3

(20) بخاری، الادب المفرد: حدیث نمبر: 256، ابن ماجہ، کتاب النکاح، مسند احمد: (13، 14/2)

(21) ابو داؤد، حدیث نمبر: 2241، ابن ماجہ: 1952

(22) امام شافعی نے کتاب النکاح میں اس کی تخریج کی ہے، جلد: 19/2

پہلی قسم: عدل واجب و مطلوب: اس کا مطلب یہ ہے کہ سلوک، نفقہ، معاشرت، قربت اور دیگر تمام ظاہری امور میں عدل و انصاف سے کام لینا اس طور پر کہ کسی ایک بیوی کی بھی ان چیزوں میں حق تلفی نہ ہو اور نہ ہی کسی کو کسی پر ترجیح و فوقیت دے، اس کا ذکر قرآن مجید کی مندرجہ ذیل آیت میں ہے، چنانچہ فرمان الہی ہے:

﴿فَإِنْ خِفْتُمْ أَلَّا تَعْدِلُوا فَوَاحِدَةً﴾ (23)

ترجمہ: اگر تمہیں خوف ہے کہ تم انصاف نہیں کرو گے تو (صرف) ایک۔

اور رسول اللہ ﷺ ارشاد فرماتے ہیں: "جس کی دو بیویاں ہوں اور وہ ان میں عدل و انصاف نہ کرے تو وہ قیامت کے دن ایسی حالت میں آئے گا کہ اس کا آدھا دھڑ ساقط اور مفلوج ہوگا۔" (24)

نیز امام مسلم عبد اللہ بن عمرو بن العاص سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: "انصاف کرنے والے اللہ کے یہاں رحمن کے دائیں جانب نور کے منبروں پر ہوں گے، اور اللہ کے دونوں ہاتھ یمنین ہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں جو اپنے فیصلوں، اپنے اہل و عیال اور اپنی رعایا میں عدل و انصاف کرتے ہیں۔" (25)

دوسری قسم: جذبات میں عدل و انصاف: قلبی لگاؤ و جذبات اور احساسات میں عدل و انصاف کرنا، لیکن اس طرح کا عدل و انصاف انسانی ارادہ سے باہر ہے اور وہ اس پر قادر نہیں ہے، یہی وجہ ہے کہ وہ اس کا مطالب بھی نہیں ہے، اسی کا قرآن مجید کی اس آیت کریمہ نے تذکرہ فرمایا ہے:

﴿وَلَنْ تَسْتَطِيعُوا أَنْ تَعْدِلُوا بَيْنَ النِّسَاءِ وَلَوْ حَرَصْتُمْ فَلَا تَمِيلُوا كُلَّ الْمِيلِ فَتَذَرُوهَا كَالْمُعَلَّقَةِ﴾ (26)

ترجمہ: اور تم سے ہر گز نہ ہو سکے گا کہ عورتوں (یعنی اپنی بیویوں) کو (دلی لگاؤ و محبت میں) برابر رکھو خواہ تم کتنی ہی (اس کی) حرص کرو، تو یہ تو نہ ہو کہ ایک طرف پورا جھک جاؤ کہ دوسری کو ادھر میں لٹکتی چھوڑ دو۔

تاہم اس قسم کا مطلب کسی بھی بیوی پر ظلم کرنا نہیں ہے، لہذا کسی کا دل اگر کسی ایک بیوی کی طرف زیادہ مائل ہے تو کم از کم دوسری کے لیے بھی دل میں کچھ جگہ ہونی چاہیے، لہذا ایسا نہیں ہونا چاہیے کہ ایک ہی کی طرف پوری طرح سے مائل ہو جائے اور دوسری کو بالکل چھوڑ دے جیسے کہ وہ بے کار ہو یا شادی شدہ ہی نہ ہو، چنانچہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نبی کریم ﷺ کی اہلیہ محترمہ تھیں، نبی ﷺ کے دل میں آپ کا ایک

(23) النساء: 3

(24) نسائی، حدیث نمبر: 3942، ترمذی، حدیث نمبر: 1141، ابن ماجہ، حدیث نمبر: 1969، دارمی، حدیث نمبر 2296، احمد، حدیث نمبر 8363،

9740

(25) مسلم، کتاب الامارۃ، حدیث نمبر: 1827

(26) النساء: 129

خاص مقام و مرتبہ تھا اور دوسری بیویوں کی بہ نسبت نبی کریم ﷺ کا دلی رجحان و میلان آپ کی طرف زیادہ تھا، چنانچہ آپ ﷺ (ازواج مطہرات کے درمیان باری مقرر کر کے) ارشاد فرماتے تھے: "اے اللہ! یہ میری تقسیم ہے جس پر میں قدرت رکھتا ہوں، لیکن جس کی قدرت تو رکھتا ہے، میں نہیں رکھتا، اس کے بارے میں مجھے ملامت نہ کرنا۔" (27)

لہذا دوسری آیت سے پہلی آیت میں مذکور تعدد ازواج کی ممانعت و حرمت نہیں ہوتی ہے؛ کیونکہ پہلی والی آیت میں جو عدل مطلوب ہے وہ عدل مادی و ظاہری ہے جبکہ دوسری آیت میں جو مطلوب ہے وہ یہ کہ کسی ایک بیوی ہی کی طرف پوری طرح سے وہ مائل نہ ہو، کیونکہ دلی میلان و رجحان انسان کی قدرت اور اس کے اختیار میں نہیں ہے بلکہ دل تو اللہ رب العزت کے قبضہ قدرت میں ہیں وہ جس طرف چاہتا ہے انہیں پھیر دیتا ہے، یہی وجہ ہے کہ نبی کریم ﷺ یہ دعا فرماتے تھے کہ: "اے دلوں کو پھیرنے والے اللہ! میرا دل اپنے دین پر ثابت رکھ۔" لیکن اگر ایک سے زیادہ شادی کرنے میں مادی و ظاہری عادل بھی فوت ہونے کا خوف ہو تو پھر ایک ہی شادی پر اکتفا ضروری ہے اور دوسری جائز نہیں، چنانچہ اللہ کا فرمان ہے:

﴿فَإِنْ خِفْتُمْ أَلَّا تَعْدِلُوا فَوَاحِدَةً﴾ (28)

ترجمہ: اگر تمہیں خوف ہے کہ تم انصاف نہیں کرو گے تو (صرف) ایک۔ پھر اس کے بعد والی آیت میں اس کی حکمت بیان کی گئی ہے اور وہ اجتناب ظلم و جور اور تحقیق عدل و انصاف ہے، چنانچہ فرمان الہی ہے:

﴿ذَلِكَ أَدْنَىٰ أَلَّا تَعُولُوا﴾ (29)

ترجمہ: یہ اس سے زیادہ قریب ہے کہ تم سے ظلم نہ ہو (ترجمہ: کنز الایمان)

چہارم: ضوابط و شرائط کے ساتھ تعدد ازواج کی رخصت کی مندرجہ ذیل حکمتیں ہیں اور اللہ ہی اس کی حکمتیں زیادہ جانتا ہے:

1- تعدد ازواج کا مقصد لذت حیوانی کی تکمیل یا عورتوں کا بدلنا نہیں ہے، بلکہ متعدد ضرورتوں و پریشانیوں کا یہ ضروری حل ہے، تاکہ اسلام زندگی کی ضرورتوں و پریشانیوں کے آڑے نہ آئے، کیونکہ اسلام تو زندگی کے تمام مسائل کا صحیح حل تلاش کر کے دیتا ہے اور کسی قسم کی ضرورت و پریشانی کو اس کا صحیح حل دیے بغیر نہیں چھوڑتا ہے، تو بھلا اسلام کسی ضرورت کے آڑے کیسے آسکتا ہے؟

(27) ابوداؤد، حدیث نمبر: 1234، ترمذی، حدیث نمبر: 1140، نسائی، حدیث نمبر: 647، ابن ماجہ، حدیث نمبر: 1971

(28) لئساء: 3

(29) لئساء: 3

2- اگر ہم فرض کریں کہ ہمارے سامنے دو نظام ہیں۔ جیسا کہ پروفیسر محمود عمارہ کہتے ہیں۔ ان میں سے ایک تعدد ازدواج کی اجازت دیتا ہے، دونوں جنسوں کے مابین دوسرے تمام ممنوعہ تعلقات کو حرام بتاتا ہے اور عزتوں سے کھلوڑ کرنے والوں اور فحاشی و حرام کاری کرنے والوں کو سخت سزا دیتا ہے، جبکہ دوسرا نظام تعدد ازدواج کو منع کرتا ہے، دونوں جنسوں کے مابین عشق بازی جیسے ممنوعہ تعلقات کی اجازت دیتا ہے اور زنا و حرام کاری کرنے والوں کو کوئی سزا نہیں دیتا ہے۔۔۔۔۔ لہذا ایسی صورت میں تعدد ازدواج کی رخصت دینا ضروری ہے، چنانچہ ظاہر ہوا کہ پہلا نظام ہی سب سے اچھا و بہتر ہے؛ کیونکہ یہ عورت، اس کے حقوق اور اس کی اولاد کی انسانیت کا احترام کرتا ہے۔ (30)

3- اسلام جب معاشرے کو فردی و جماعتی نقطہ نظر سے دیکھتا ہے تو مصالحہ عامہ کو مصالحہ خاصہ و ذاتیہ پر مقدمہ رکھتا ہے تاکہ سب کو فوائد حاصل ہوں اور پریشانیوں سے بچا جاسکے، اس قاعدے کی روشنی میں، ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ سات حالات ایسے ہیں جو تعدد ازدواج کا تقاضا کرتے ہیں جن میں سے چار حالتیں مطلقہ، بیوہ، غیر شادی شدہ عمر دراز عورت، اور بانجھ عورت کے ساتھ خاص ہیں جبکہ تین حالات مرد کی طبیعت، حالات جنگ اور کائنات میں اللہ تعالیٰ کے قوانین سے متعلق ہیں۔ (31)

عورت کے ساتھ مختص حالات

(1) مطلقہ، بیوہ اور کنواری عمر دراز یہ سب عورتیں محرومی کی حالت میں رہتی ہیں، کیونکہ بہت کم لوگ ان سے شادی کرنے میں دلچسپی رکھتے ہیں، لہذا یہ دباؤ اور فطری خواہش سے تنازع میں زندگی بسر کرتی ہیں، لہذا ان کے سامنے دو اختیارات ہوتے ہیں: یا تو انحراف و فحاشی کی راہ اختیار کر لیں، یا شادی شدہ مردوں کی۔ دوسری، تیسری یا چوتھی۔ بیویاں بن جائیں، لہذا ظاہر ہے کہ ایسی صورت میں عورت کو انحراف و فحاشی سے محفوظ رکھنے کے لیے تعدد ازدواج ہی صرف ایک واحد حل ہے۔

(2) عورت کے بانجھ ہونے اور شوہر کی اولاد پیدا کرنے کی فطری خواہش کی حالت میں: چنانچہ ایسی صورت میں شوہر کے پاس دو اختیار ہیں: یا تو فطری خواہش کو پورا کرنے یعنی اولاد پیدا کرنے کے مقصد سے اس عورت کو طلاق دیدے اور دوسری شادی کر لے یا اسے بھی باقی رکھے اور اس کی عیالت کرے اور دوسری شادی بھی کر لے۔ ظاہر ہے کہ پہلے اختیار کی بہ نسبت دوسرا اختیار ہی عقل کے زیادہ قریب اور بہتر ہے، کیونکہ پہلے اختیار یعنی طلاق میں بیوی کا وقار چلا جاتا ہے اور گھر اجڑ جاتا ہے جبکہ دوسرے اختیار میں یہ سب نہیں ہوتا، نہ صرف یہ بلکہ ہو سکتا ہے کہ اس بانجھ

(30) تحریر المرأة من اوصاف الجالبین، مؤلف: پروفیسر محمود عمارہ، صفحہ: 123-124

(31) القرآن يتحدث عن المرأة، مؤلف: عبد الرحمن بربري، صفحہ: 39

عورت کو دوسری بیوی کے بچوں سے انسیت ہو جائے اور اپنے بچوں سے محرومی کے بدلے ان بچوں سے اسے چین و سکون حاصل ہو جائے۔ (32) اور اللہ (جو چاہتا ہے پیدا فرماتا ہے) (33)

مرد کے ساتھ مختص حالات

1- کچھ مردوں کے اندر جنسی خواہش بہت زیادہ ہوتی ہے اور وہ اپنی خواہشات پر قابو نہیں پاسکتے ہیں، لہذا انہیں ایک عورت کافی نہیں ہوتی ہے، یا تو جسمانی کمزوری کی وجہ سے یا کسی ایسی بیماری کی وجہ سے جس کا علاج ممکن نہیں ہے یا پھر اس وجہ سے کہ وہ عورت اب بوڑھی چکی ہوتی ہے، تو کیا مرد اپنی خواہش کو دبا دے اور اپنی فطری و طبعی رغبت کی تکمیل سے روک جائے؟ یا فحاشی اور زنا خوری کے ذریعہ اسے خواہش نفس کی تکمیل کی اجازت دے دی جائے؟ یا پھر اسے پہلی عورت کو باقی رکھتے ہوئے دوسری عورت سے شادی کرنے کی رخصت دے دی جائے؟ لامحالہ تیسرا حل ہی درست و صحیح اور بہتر ہے جو عقل و دانشمندی پر مبنی ہے جو فطری خواہش کی بھی تکمیل کرتا ہے اور اسلامی اخلاق و منہج کو بھی باقی رکھتا ہے بلکہ ساتھ ہی ساتھ پہلی بیوی کی عزت و وقار اور اس کی معاشرت و کفالت کو بھی محفوظ رکھتا ہے۔

2- نیز کبھی کبھی ایسے حالات ہو جاتے ہیں جن میں عورتوں کی تعداد مردوں کی تعداد سے زیادہ ہو زیادہ ہو جاتی ہے۔ جیسا کہ جنگوں اور بیماریوں کی صورتوں میں۔ اور یہ جیسا کہ سید قطب نے کہا کہ اجتماعی اختلال کی واضح صورت ہے، چنانچہ ایسی صورت حال کا کیسے مقابلہ کیا جائے اور ایسا کیا کیا جائے جو مرد و عورت اور ساری انسانیت کے لیے مفید ہو؟ چنانچہ یہاں مندرجہ ذیل تین حلول و اختیارات:

پہلا حل:

ہر مرد ایک عورت سے شادی کرے اور دو یا تین عورتیں۔ یعنی اپنی فیصد کے مطابق۔ بغیر شوہر و بچوں اور بنا گھر و خاندان کے زندگی بسر کریں۔

دوسرا حل:

ہر مرد ایک عورت سے شادی کرے اور بطور بیوی اسے اپنے ساتھ رکھے، اور باقی دوسری عورتوں کے ساتھ عشق بازی کرے اور ناجائز تعلقات قائم کرے، لہذا اس طرح ان عورتوں کی زندگی مرد تو آجائے گا لیکن بچوں، گھر اور خاندان سے محروم رہیں گی، نیز شرم و حیا کی وجہ زنا سے پیدا ہونے والے بچوں کا قتل الگ ہوگا۔

(32) المرأة في ظلال القرآن، صفحہ: 85-86

(33) الشوری: 49

تیسرا حل:

ہر مرد ایک سے زیادہ عورتوں سے شادی کرے، اور انہیں شرف زوجیت عطا کرے جو ان کے لیے حقیقی گھر و خاندان اور بچوں کا ضامن ہو، اور وہ اپنے آپ کو برائیوں، گناہوں، جرائم، فحاشی اور ملامت ضمیر سے دور رکھے، اور اپنے معاشرے کو بد عنوانی، زنا خوری، فحاشی اور اختلاط نسب سے محفوظ رکھے۔

اب سوال یہ ہے کہ سابقہ تین حلوں میں سے کونسا حل انسانیت اور مرد کی مردانگی کے لیے سب سے زیادہ موزوں و مناسب اور خاص عورت کے لیے سب سے بہتر و نفع بخش ہے؟ (34)

جواب:

بہت زیادہ سوچنے کی ضرورت نہیں ہے، کیونکہ بلاشبہ تیسرا حل ہی درست و صحیح سب سے افضل و بہتر ہے، جسے ہنگامی حالات کے وقت خواتین نا صرف خوشی بخوشی قبول کرتی ہیں بلکہ اس کی تائید بھی کرتی ہیں اور اس کا مطالبہ بھی، چنانچہ دوسری عالمی جنگ میں نوجوانوں اور مردوں کی ہلاکت کے بعد جرمنی کی خواتین نے مردوں کی قلت، اپنے آپ اور اپنے بچوں کو زنا و فحاشی سے بچانے اور جائز طریقے سے اولاد حاصل کرنے کی وجہ سے تعدد ازدواج کا مطالبہ کیا، لہذا دوسری عالمی جنگ کے بعد خواتین کی کثرت اور مردوں کی قلت کی پریشانی کے حل و علاج کے لیے میونخ جرمنی میں نوجوانوں کی بین الاقوامی کانفرنس نے اسی تعدد ازدواج کے نظام کے پر عمل کرنے کا حکم دیا۔ (35)

پنجم: اسلام نے تعدد ازدواج کے نظام کو مہذب اور اسے عدل و انصاف سے مشروط کر کے بھی اسے عورت پر مسلط نہیں کیا اور نا ہی اسے اس کے قبول کرنے پر مجبور کیا ہے بلکہ اس نے عورت کو قبول و منع کرنے کا پورا اختیار دیا ہے، چنانچہ عورت کو - خواہ کنواری ہو بیوہ - شادی کے قبول و منع کرنے کی پوری آزادی حاصل ہے، اور نا ہی اس کے ولی کو یہ حق ہے کہ وہ اسے کسی سے شادی کرنے کے لیے مجبور کرے، چنانچہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: "بیوہ عورت کا نکاح اس وقت تک نہ کیا جائے جب تک اس کی اجازت نہ لی جائے اور کنواری عورت کا نکاح اس وقت تک نہ کیا جائے جب تک اس کی اجازت نہ مل جائے۔" (36)

(34) السلام العالمی والاسلام، مؤلف: سید قطب، صفحہ: 95-97، مطبوعہ: دار الشروق، طبعہ: 13، 1422 ہجری، 2001 عیسوی۔

(35) تعدد الزوجات وحکمتہ فی الاسلام، مؤلف: پروفیسر جمعہ الخولی، صفحہ: 4۔

(36) بخاری، حدیث نمبر: 5136، مسلم، حدیث نمبر: 1419، ترمذی، حدیث نمبر: 1107، نسائی، حدیث نمبر: 3265، ابن ماجہ، حدیث

نمبر: 1811، ابوداؤد، حدیث نمبر: 2092، دارمی، حدیث نمبر: 2186، مسند احمد۔

مزید مروی ہے کہ ایک نوجوان لڑکی نے نبی کریم ﷺ کی بارگاہ میں آکر شکایت کی کہ اس کی مرضی کے بغیر اس کے والد نے اس کا نکاح اس کے چچا زاد بھائی سے کر دیا ہے، تو نبی کریم ﷺ نے اس کے والد کو بلا کر اسے نکاح کے قبول و منع کرنے کا پورا اختیار دے دیا، چنانچہ مروی ہے کہ وہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس آئی اور کہا: میرے والد نے میرا نکاح اپنے بھتیجے سے کر دیا ہے تاکہ میری وجہ سے اس کا مرتبہ اونچا کریں جبکہ میں اسے پسند نہں کرتی ہوں، حضرت عائشہ نے فرمایا: تو نبی ﷺ کے تشریف لانے تک بیٹھ، اتنے میں رسول اللہ ﷺ بھی تشریف لے آئے تو اس نے پوری بات رسول اللہ ﷺ کو بتائی، آپ نے اس کے والد کو بلایا اور نکاح کا اختیار اس لڑکی کے سپرد کر دیا، وہ لڑکی کہنے لگی: "اے اللہ کے رسول! میں اپنے والد محترم کے کیے ہوئے نکاح کو برقرار رکھتی ہوں، میں تو یہ جاننا چاہتی تھی کہ عورتوں کو بھی اس (نکاح کے) معاملے میں کچھ اختیار ہے یا نہیں۔" (37)

خلاصہ

اسلام نے متعدد مسائل کے حل و علاج کے لیے تعدد ازدواج کو جائز قرار دیا ہے اور اسے عدل و انصاف کی قید سے مقید کیا ہے جیسا کہ اوپر بیان ہوا، چنانچہ شریعت اسلامیہ ہنگامی حالات سے نمٹنے کے لیے تعدد ازدواج کو معاشرے کے تحفظ و بقا کا بہترین حل و ذریعہ سمجھتی ہے، تاہم تعدد ازدواج کا یہ نظام اتنا بھی منتشر نہیں ہے کہ جس سے عورتوں کو تکلیف ہو اور بیمار دل لوگوں کو قرآن مجید میں طعن و تشنیع کرنے کا موقع ملے۔

ہاں کچھ غیر مسلم منصف لوگوں نے اس معاملے میں عقل و دانشمندی، فکر سلیم، عدل و انصاف اور خلوص سے کام لیا ہے، اور خواہشات نفس کی اتباع نہیں کی ہے، لہذا وہ تعدد ازدواج کے نظام کی حقیقت کو سمجھے اور اس کی مدح سرائی بھی کی، چنانچہ لٹین ڈینیٹ اپنی کتاب "Mohammad the prophet of Allah" میں کہتا ہے: عیسائیت کے ذریعہ اختیار کردہ نظریہ یک زوجیت میں بہت سارے نقصانات شامل ہیں، خاص طور پر معاشرے میں اس کے تین انتہائی سنگین اور خطرناک نتائج سامنے آئے ہیں: جسم فروشی، غیر شادی شدہ بوڑھی عورتوں کی کثرت اور غیر شرعی اولاد، اخلاقی فساد و بگاڑ والی ان معاشرتی بیماریوں کا ان ملکوں میں وجود نہ تھا جن میں اسلامی شریعت و قانون مکمل طور پر نافذ تھا، لیکن ان ملکوں کے مغربی تہذیب و ثقافت سے ملوث ہونے کے بعد وہاں بھی یہ بیماریاں داخل ہو گئیں۔ (38)

(37) ابوداؤد، حدیث نمبر: 2096، ابن ماجہ، حدیث نمبر: 1873، مسند احمد، حدیث نمبر: 24650، بیہقی، حدیث نمبر: (200/7)

(38) "Mohammad the prophet of Allah" لٹین ڈینیٹ، سلیمان ابراہیم، صفحہ: 395، ترجمہ: پروفیسر عبدالحلیم محمود و محمد عبدالحلیم، دارالمنہج، مصر،

ایک انگریزی قلم کار خاتون "London Truth Newspapers" میں لکھتی ہے: میرا دل جنسی آوارہ گردی کرنے والی بے شوہروں کی خواتین پر ترس سے پھٹا جاتا ہے، لیکن میرا رنج و غم سب بے کار ہے اگرچہ تمام لوگ میرے اس رنج و الم میں شریک کیوں نہ ہو جائیں، اور اس اذیت ناک مسئلے کا کوئی حل نہیں سوائے اس کے کہ مرد کو ایک سے زیادہ عورتوں سے شادی کرنے کی اجازت دے دی جائے، بلاشبہ اس سے یہ پریشانی دور ہو جائے گی اور ہماری بیٹیاں گھریلو خواتین بن جائیں گی، چنانچہ ساری پریشانی یورپی مرد کو صرف ایک ہی عورت سے شادی کرنے پر مجبور کرنے کی وجہ سے ہے.... (39)

نیز وہ معاشرہ جو آزادی اور حقوق کے نام پر عورت کے لیے جائز تعلقات کے دروازے بند کر رہا ہے وہی اس کے لیے برائی فحاشی کے راستے ہموار کر رہا ہے اور اس کے ساتھ کھلونے کی طرح کھیل رہا ہے، تو وہ اب کن حقوق کی بات کر رہا ہے؟ اور عورت کے کس وقار کی وہ اب مانگ کر رہے ہیں؟ اور اللہ تبارک و تعالیٰ نے حق ہی فرمایا ہے: ﴿مُحْصَنَاتٌ غَيْرُ مُسَافِحَاتٍ وَلَا مُتَّخِذَاتِ أَخْدَانٍ﴾ (40) ترجمہ: قید (نکاح) میں آئیاں نہ مستی نکالتی (یعنی عیاشی نہیں کرتی ہوں) اور نہ یار بناتی (ہوں) (ترجمہ کنز الایمان)، لیکن مغربی ممالک کے حال سے ایسا لگتا ہے جیسا کہ وہ کہہ رہے ہوں:

﴿أَخْرِجُوا آلَ لُوطٍ مِّنْ قَرْيَتِكُمْ ۖ إِنَّهُمْ أَنَاسٌ يَّتَطَهَّرُونَ﴾ (41)

ترجمہ: لوط کے گھرانے کو اپنی بستی سے نکال دو یہ لوگ تو ستھرا پن چاہتے ہیں (ترجمہ کنز الایمان)۔

(39) حقوق النساء فی الاسلام، مؤلف: رشید رضا، صفحہ: 75، ماخوذ از: تعدد الزوجات وحکمتہ فی الاسلام، مؤلف: پروفیسر جمعہ الخولی۔

(40) النساء: 25

(41) النمل: 54-56